اقامت ہوتے وقت نماز باجماعت کے لیے کھڑے ہونے کا مستحب وقت مذہب حنفی کے مطابق کب ہے؟

مؤلف

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

پیر محمد چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی و مہتمم دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ

بیرون یکہ توت گیٹ پشاور شہر

باہتمام

مجاہد اہلسنت حضرت علامہ مفتی محب الرحمٰن محمدی صاحب

خطیب جامع مسجد مدینہ، کریم آباد، کراچی۔

ناشر

انٹرنیشنل اصلاحی اسلامی مشن

الحمد لله رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی من کان نبیا و آدم بین الما و الطین و الہ و اصحابہ اجمعین امابعد

برادان اسلام زیر نظر رسالہ پر الاحقر نے نظر دہرائی جو کہ ایک شرعی مسئلے پر لکھا گیا ہے بحمد للہ تعالیٰ میں نے رسالے میں جگہ اپنی استاد محترم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا پیر محمد چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے جدوجہد کو دیکھا تو میں نے محسوس کیا کہ اگر کوئی آدمی ذرا فکر و غور کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلے کے بارے میں دیکھنے والے کے ذہن میں کوئی تقصیر نہیں رہے گی کیونکہ آج کل اس پرفتن دور میں ایک معمولی خطا پر مسلمان کو فاسق فاجر کی طرح صفات مزجہ سے موصوف کیا جاتا ہے لہٰذا اگر ہم اپنی اسلاف کے پیروی کرتے ہوئے اپنی علماء کرام کے کتابوں کا مطالعہ اپنی معمول بنادیں تو انشاء اللہ العزیز اغیار کے بیہودہ اور شر پسند فتنوں سے باآسانی محفوظ ہو سکتے ہیں

والسلام

خادم علماء اہلسنّت

الاحقر عبدالحکیم نظامی

اقامت ہوتے وقت نماز باجماعت کیلئے کھڑے ہونے کا مستحب وقت مذہب حنفی کے مطابق کب ہے؟

میرا سوال یہ ہے کہ نماز باجماعت کیلئے مسجد میں کی جانے والی اقامت کو حَیَّ علیٰ الصلوٰۃ تک بیٹھ کر سننے اور اُس کے بعد حَیَ علی الفلاح پر کھڑے ہونے کیلئے فقہ حنفی کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ آداب صلوٰۃ کے قبیلہ سے ہے جیسے کنز الدقائق اور فتاویٰ در المختار میں لکھا ہوا ہے اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ جب حَیَّ علیٰ الصلوٰۃ یا حَیَ علی الفلاح تک بیٹھ کے اقامت کو سننا نماز کے آداب سے ہوا تو اُس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں آداب صلوٰۃ کے خلاف اور ترک اولیٰ ہوگا یعنی اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے کھڑا ہونا آداب صلوٰۃ کے منافی و ترک اَدب ہوگا جبکہ بعض کتابوں سے اس کا سنت ہونا معلوم ہو رہا ہے جیسے موطا امام محمد شریف اور مالابد منہ میں ہے۔ جس کی بنیاد پر فتاویٰ شامی ،فتاویٰ عالمگیری اور طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہ میں اس کی خلاف ورزی کرنے کو مکروہ تحریم کے زمرہ میں شمار نے کا فتویٰ دیا گیا ہے اسلئے کہ فقہ حنفی کی ان کتابوں میں اس کی خلاف ورزی کرکے اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ فقہاء کرام کی مشہور و معروف عادت کے مطابق کراہت کا ذکر ب قید تنزیہ کے بغیر کیا جائے یعنی مطلق کراہت مذکور ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریم ہوتی ہے۔ جیسے فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ 165 میں ہے:

"اِنَّ المکروہ اِذا اطلق فی کلامھم فالمراد منہ التحریم"

یعنی فقہاء کرام کے کلام میں مکروہ کو جب مطلق ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریم ہوتی ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود ان متضاد فتوؤں میں سے کس پر عمل کرنا بہتر ہے یعنی حی علی الصلوۃ تک اقامت کو بیٹھ کے سننے کو مستحب سمجھ کر اس کی خلاف ورزی کرنے کو آداب صلوۃ کے منافی قرار دینا درست ہے یا اُسے سنت سمجھ کر اس کی خلاف ورزی کرنے کو مکروہ تحریم کے کھاتہ میں ڈالا جائے؟

اس کے علاوہ میرا سوال یہ بھی حل طلب ہے کہ جب فقہاء احناف کے مطابق خاص کر مذہب امام ابو حنیفہ کی ظاہر الروایت کے مطابق بہر تقدیر اقامت کو حی علی الصلوۃ تک بیٹھ کے سننا مذہب حنفی کا حصہ ہے چاہے مستحب و آداب صلوۃ کے قبیلہ سے ہو یا از قبیلہ سنت تو پھر اماماں مساجد و خطباء حضرات اور بڑے بڑے علماء کرام کا موجودہ عمل اس کے خلاف کیوں ہے؟

السائل: قاری محمد حکیم خطیب جامع مسجد نجم النساء رشید ٹاؤن گلبہار پشاور شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سوال نامہ کا پہلا حصہ خالص علمی مسئلہ ہونے کی بناء پر زیادہ تفصیل طلب ہے۔ سوال کرنے والے کو چاہئے تھا کہ مسلمانوں کے افادہ عملی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوسرے حصہ پر ہی اکتفا کرتا کیونکہ مسئلہ کا تعلق شریعت مقدسہ کے گیارہ احکام فقہیہ میں سے چاہے جس زمرہ سے بھی ہو مقلد پر اپنے امام و پیشوا کے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔ عام مسلمانوں پر ائمہ و مجتہدین کی تقلید واجب ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو مسلمان غیر منصوصی مسائل کو اصل مآخذ شرعیہ سے خود استنباط کرنے کی

صلاحیت نہ رکھتے ہوں وہ اُن اہل اجتہاد اماموں میں سے کسی ایک کے قول پر عمل کریں
اور اس قسم غیر یقینی مسائل میں جس مجتہد کی رہبری و پیشوائیت کو تسلیم کیے ہوئے ہوں
اُس پر قائم و دائم رہتے ہوئے زندگی کے جملہ شعبوں میں اُس کے مذہب واقوال کی
پیروی کریں چاہے اُس کے مذہب و اجتہاد کے مطابق مسئلہ کی نوعیت جس طرح بھی ہو
یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر صاحب مذہب امام کے نزدیک مسئلہ کی نوعیت از قبیلہ واجب
ہے تو اس مقلد پر اُس کی تقلید و اتباع بھی واجب ہوگا اور اگر مسئلہ کی نوعیت اُس کے
نزدیک مستحب کی ہو تو اُس کی تقلید و اتباع اس پر واجب نہیں ہوگا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ
وجوب تقلید یا کسی امام و مجتہد کے مذہب کے پابند و مقلد ہونے کا واحد مطلب اس کے
سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اُس کے مقلد و پیروکاروں پر ان جملہ مسائل میں اُس کی تقلید
و اتباع یکساں واجب و لازم ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے شریعت محمدی علی صاحبہا
الصلوٰۃ و التسلیم پر ایمان لانا ہر انسان پر فرض و لازم ہے اور ایمان کے معنی ہیں

"التصدیق بجمیع ماجاء به النبی ﷺ اجمالاً فیما علم
اجمالاً وتفصیلاً فیما علم تفصیلاً"

یعنی نبی اکرم رحمت عالم ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکام پر اس طرح یقین
کرنا کہ جن احکام کا شریعت محمدی کے حصہ ہونے کا ہمیں اجمالی علم حاصل ہوا ہے اُن پر
یقین بھی اجمال کے درجہ میں ہو اور جن باتوں کا دین محمدی ﷺ کے حصہ ہونے کا
ہمیں تفصیلی طور پر علم حاصل ہوا ہے اُن کے ساتھ یقین بھی تفصیل کے درجہ میں ہو مثال
کے طور پر منشاء الٰہی کے مطابق حکم جہاد کا دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ و التسلیم کا حصہ ہونا

سب کو معلوم ہے تو تفصیل میں جائے بغیر اس پر اجمالی یقین حاصل کرنا سب پر لازم ہے کہ منشاء الٰہی کے مطابق جہاد دین محمدی کا حصہ ہے اور اُس کی حقانیت پر یقین رکھنا جملہ مدعیان اسلام کیلئے ضروری ہے جبکہ اُس کی اقسام وانواع، کیفیات ومواقع کی تفصیل معلوم ہونے پر ہر قسم اور ہر نوعیت کیساتھ اس کے مناسب شان عقیدہ ویقین قائم کرنا لازم ہوگا۔ مثلاً جہاد بالسیف ابتدائی کے احکام جہاد بالسیف دفاعی کے احکام سے مختلف ہیں اور جہاد فرض عین کے احکام ومواقع بھی جہاد کفائی کے احکام ومواقع کی طرح نہیں ہیں اسی طرح جہاد عملی اور جہاد لسانی وقلمی اور جہاد داخلی وخارجی کے جملہ احکام بھی یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں سے بعض کچھ مواقع پر مستحب ومندوب کے درجہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

الغرض علم تفصیلی کے حاصل ہونے کے بعد جس کا جو مقام بھی معلوم ہو جائے مسلمانوں پر بھی اُسی کے مطابق اُس پر عقیدہ رکھنا اور یقین کرنا لازم ہوگا۔ لیکن یہ سب کچھ اصل ایمان کے تابع ہو کر ہی قابل قبول ہو سکتا ہے ورنہ اگر کوئی شخص جہاد کی کسی استحبابی اور غیر فرضی شکل کو دیکھ کر اس کی فرضیت اور اُس پر التزام یقین کی اہمیت سے صرف نظر کریگا تو اُس کے ایمان کی سلامتی نہیں رہے گی کیونکہ کسی بھی ضرورت دینی سے فکری بے اعتنائی برتنے والے منکر کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ جیسے مؤمن مسلمان ہونے کیلئے جملہ ضروریات دینیہ پر اُن کے علمی مدارج کے مطابق یقین وعقیدہ رکھنا ضروری ہے اسی طرح کسی بھی صاحب مذہب امام ومجتہد کے مذہب کا مقلد ہونے اور مقلد رہنے کیلئے تمام شعبہائے حیات میں اُس کے اجتہادیات مذہب کے مطابق عمل

کرنے کا التزام واہتمام کرنا بھی جملہ مقلدین کیلئے ضروری ہے ورنہ صاحب مذہب امام کے نزدیک اگر کوئی مسئلہ فرض، واجب، سنت کے درجہ میں قابل اہتمام نہ ہو بلکہ باعث ثواب کاموں کے آخری درجہ یعنی محض مستحب ومندوب کے درجہ میں ہی کار ثواب سمجھا گیا ہو جس وجہ سے اُس کے کوئی پیروکار و مقلد کہلانے والا شخص اِسے غیر ضروری قرار دیکر ترک عمل کریں یا دوسرے مذہب پر عمل کریں یا کسی مخالف کے کہنے میں آکر اُس سے بے اعتنائی اختیار کرے یا ناداں ابناء زمان وماحول کی تقلید کرتے ہوئے اُس کی حقانیت کا عقیدہ رکھنے اور اُس پر عمل کرنے کو باعث ثواب جاننے سے گریزاں ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں وہ مقلد نہیں رہتا متبع حق نہیں کہلاتا بلکہ فقہاء کرام کی اصطلاح کے مطابق تلفیق میں مبتلا جاہل کہلانے کے مستحق ہے حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہٗ الشریف کی کتاب ''عقد الجید فی مسئلۃ التقلید'' کے مندرجات کے مطابق باوجود علم کے جان بوجھ کر اپنے امام کی اس طرح مخالفت کرنے والا شخص تلفیق کے حرام میں مبتلا ہے یا اگر جاہلانہ ماحول کے ہاتھوں بے علمی کی وجہ سے اس طرح مخالفت کر رہا ہو تو جہل میں مبتلا ہے اہل علم پر فرض ہے کہ اُسے تبلیغ کر کے سمجھائے کہ اگر مقلد ہے اور مقلد رہنا چاہتا ہے تو منافی تقلید کی اس روش کو چھوڑ دیں ورنہ اگر غیر مقلد ہے تو پھر بات ہی اور ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ اسلام میں اہل تقلید غیر اہل تقلید سب کی گنجائش موجود ہے بشرطیکہ وہ جملہ ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوں اور فروعی مسائل میں نزاع وجدال پیدا کر کے مختلف فقہی مسالک کے مابین بعد ومنافرت کی فضاء پیدا کرنے کی

اجازت اسلام میں نہیں ہے۔ زیر نظر مسئلہ بھی دین اسلام کے فروعی وفقہی مسائل کے زمرہ میں ہونے کی وجہ سے مقلد وغیر مقلد سب کے لئے اپنے اپنے مذہبی اصول کے مطابق عمل کرنے کی گنجائش رکھتا ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق چاہے اس کا تعلق نماز اور جماعت کے متعلقہ سنن سے ہو یا نماز و جماعت کے آداب و مستحبات سے۔

میری فہم کے مطابق اس پہلو سے اگر اسے لیا جائے تو یہ خالص علمی مسئلہ ہو کر رہ جائیگا جس کی تفصیل میں جانا علم برائے علم کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ جب کہ ہم سب کو علم برائے علم کی بجائے علم برائے عمل کی ضرورت ہے جن فقہاء کرام نے حی علی الصلوۃ سے قبل کھڑے ہونے کو مکروہ لکھا ہے انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھا ہے کہ یہ طریقہ اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب کا خلاف ہے کیونکہ مذاہب اربعہ میں کسی بھی امام نے اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو نماز باجماعت کے آداب و مستحبات میں نہیں سمجھا ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کے سوا باقی تینوں اماموں کے نزدیک اقامت کو ختم ہونے تک بیٹھ کے سننے کا حکم ہے یعنی پوری تکبیر سننے کے بعد اس کے ختم ہونے پر صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا فتوٰی ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح تک بیٹھ کے سننے کے بعد صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا فتوٰی ہے لہٰذا جو لوگ اقامت کے شروع میں ہی صف بندی کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ ان سب اماماں مذاہب کے فتووں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے مکروہ تحریم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی المتوفی 976ھ نے المیزان الکبیریٰ لشریعۃ المصطفیٰ جلد اول صفحہ 193 مطبوعہ مصر میں اس مسئلہ کے

حوالے سے اہل سنت کے مذاہب اربعہ کی تفصیل اس طرح لکھی ہے

"ومن ذالک قولُ الامام مالک والشافعی واحمدالله لا ینبغی اَن یقومَ للصلوٰۃ اِلّا بعد فراغ المؤذِن فیقوم حینئذٍ لیُعدِلَ الصفوف مع قول ابی حنیفه اِنّه یقومُ عند قولِ المؤذن حَیَ علی الصلوٰۃ"

یعنی اہل سنت کے اماموں کے مابین اختلافی مسائل کے زمرہ میں ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ امام شافعی، مالک اور احمد ابن حنبل نے کہا ہے کہ نمازِ باجماعت کی صف بندی کیلئے مکبّر کا تکبیر کو ختم کرنے سے پہلے کھڑے نہ ہو بلکہ پوری تکبیر بیٹھ کے سنے اور مکبّر جب اقامت پوری پڑھ لے تب کھڑے ہو کر صفوں کو درست کر کے نماز شروع کرے جبکہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ حَیّ علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہو کر صفوں کو درست کرے۔

چاروں مذاہب کی اس تفصیل کے مطابق مندرجہ ذیل باتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں اول یہ کہ صفوں کو برابر کرنے کے بہانے سے شروع سے ہی کھڑے ہونے کا موجودہ رواج مذاہب اہل سنت میں کہیں بھی نہیں ہے۔ چاروں اماموں میں سے کسی ایک نے بھی اس رواج کو کارِثواب یا نماز کے آداب میں سے نہیں جانا ہے۔

دوم یہ کہ شروع سے کھڑے ہونے کا موجودہ رواج چاروں اماماں مذاہب کے اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اس تفصیل کے مطابق اماموں کے مذکورہ اختلاف کا محور بھی ہے کہ صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا مسنون یا مستحب وقت حَیّ علی الصلوٰۃ

ہے یا تکبیر کے ختم ہونے پر ہے۔

سوئم یہ کہ صفوں کو برابر کرنے کا مسنون یا مستحب وقت تینوں کے نزدیک تکبیر کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کے بعد شروع ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تکبیر کے شروع سے ہی کھڑے ہونا، صف بندی کا اہتمام کرنا اور صفوں کی برابری کا عمل شروع کرنا چاروں مذاہب اہل سنت کے خلاف ہونے کی بنا پر اُن کے متبعین و مقلدین کیلئے ناجائز ہے۔

اس مسئلہ سے متعلق مذاہب اربعہ کی مذکورہ تفصیل کو نقل کرنے میں حضرت امام شعرانی نوراللہ مرقدہٗ الشریف اکیلے نہیں ہیں بلکہ اُن سے دو سو سال قبل کے ایک قابل اعتماد امام محمد ابن عبدالرحمٰن الدمشقی المتوفی 790ھ نوراللہ مرقدہٗ الشریف نے بھی اپنی کتاب "رحمۃ الأمۃ فی اختلاف الائمہ" المطبوع علی حاشیہ المیزان مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ 62 پر یہی تفصیل بیان کی ہیں جو امام شعرانی نے ذکر کیا ہے۔ امامان مذاہب کے مابین اس موضوع پر مذکورہ اجتہادی اختلاف کی بنیاد صحاح ستہ کی وہ مرفوع حدیث ہے جس میں "لا تقوموا حتیٰ ترونی" کے الفاظ ہیں یعنی مجھے اپنے سامنے آتے ہوئے دیکھنے سے پہلے صف بندی کیلئے کھڑے مت ہو۔ چاروں مذاہب سے مربوط شارحین حدیث نے اس کی تشریح کرتے ہوئے اپنے اپنے امام و پیشوا کے مذہب کو ترجیح دی ہیں۔ جیسے شارح مشکوٰۃ ملا علی القاری الحنفی المتوفی 1014ھ نے مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ 435 میں اس روایت کی

مختلف پہلوؤں پر تشریح کرنے کے بعد مذہب حنفی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے؛

"وَلِذاقالَ اَئِمتنا یقومُ الامامُ و القوم عِندحَیَ علی الصلٰوۃ"

یعنی اس حدیث کی بنیاد پر ہمارے حنفی اماموں نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ پہلے سے مسجد میں موجود ہونے کی صورت میں امام ومقتدی حیّ علی الصلوۃ پر کھڑے ہوں۔

کرمانی شرح بخاری جلد پنجم صفحہ 32 مطبوعہ بیروت میں ہے؛

"قال الشافعی یُستحَبُ ان لا یقوم احدٌ حتیٰ یفرُغَ المؤذّنُ من الاقامۃ"

یعنی امام شافعی نے کہا ہے کہ مؤذن کا اقامت سے فارغ ہونے سے پہلے بیٹھے ہوئے منتظرین میں سے کوئی ایک بھی نہ اُٹھے۔

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے کے بعد حنفی مذہب کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے؛

"وقال ابوحنیفۃ یقومون فی الصف اِذا قال المؤذن حَیَ علی الصلٰوۃ"

یعنی امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب مؤذن حیّ علی الصلوۃ کہے تب کھڑے ہو۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری جلددوم صفحہ 120 مطبوعہ بیروت میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے؛

"وذھب الاکثرون اِلی اَنھم اِذاکان اِلامامُ مَعَھُم فی المسجد لم یقوموا حتیٰ تُفرَغَ الاقامۃ"

یعنی اکثر فقہا و محدثین کا قول و عمل یہ ہے کہ جب امام اپنے مقتدیوں کیساتھ پہلے سے مسجد میں موجود ہو تو اقامت ختم ہونے سے پہلے کوئی کھڑے نہ ہو۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہ کا مذہب باین الفاظ بیان کیا ہے؛

''وعن ابی حنیفه یقومونَ اذا قال حَیَ علی الفلاح''

یعنی امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہو۔ یہی عبارت عینی شرح بخاری، تیسیر القاری شرح بخاری، شرح نووی علی المسلم، اشعۃ اللمعات علی المشکواۃ جیسی تمام شروح میں لکھی ہوئی موجود ہے جس سے ہر امام کا قول سب پر واضح ہو رہا ہے۔

حضرت امام محمد ابن حسن الشیبانی المتوفی 187ھ نے موطا امام محمد صفحہ 86 مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور میں فرمایا؛

''ینبغی لِلقومِ اِذاقال المؤذِنُ حَیَّ علی الفلاح ان یقوموا اِلَی الصّلوۃِ فیصُفوا ویسوُّوا الصفوف ویحاذُوا بین المناکِبِ'' یعنی نماز کیلئے پہلے سے مسجد میں بیٹھے ہوئے نمازیوں کو چاہیئے کہ جب مکبر حیّ علی الفلاح کو پہنچے تب کھڑے ہو کر صفوں کو برابر کریں، کاندھے سے کاندھے ملا کر صف بندی کرے امام ابو حنیفہ کا قول یہی ہے۔ محدثین و شروح حدیث کی طرح ہی مذاہب اربعہ سے مربوط فقہاء کرام و اصحاب فتاوٰی مجتہدین حضرات نے بھی اپنی کتابوں میں اس موضوع سے متعلق اپنے اپنے اماموں کے مطابق ہی تصریحات کی ہوئی ہیں جیسے مفتی خراسان امام شمس الدین بخاری المتوفی 962ھ نے فتاوٰی قہستانی جلد اول صفحہ 58 مطبوعہ منشی

نولکشور ہندوستان میں مذہب حنفی کے مطابق اس موضوع کی تفصیل بتانے کے بعد لکھا ہے "وفی الکلام ایماءٌ خفِی اِلٰی انّہ لو دَخلَ المسجدَ احد عند الاقامۃ یقعُدُ لِکراھۃ القیام والانتظارِ" یعنی مذہب حنفی میں اس مسئلہ کا جو حکم ہے اُس سے اس بات کا بھی باریک سا اشارہ مل رہا ہے کہ تکبیر کے دوران اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو اُسے بھی حیَّ علی الصَّلٰوۃ سے پہلے حالت قیام میں تکبیر کو سننا اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول صفحہ 57 میں ہے:

"اِذا دخلَ الرَّجُلُ عندالاقامۃ یکرَہ لہٗ الانتظارُ قائماً ولکن یقعُدُ ثُمّ یقومُ اِذا بَلَغَ الموذّنُ قولہٗ حَیَّ علی الفَلاح" یعنی اس موضوع سے متعلق فقہ حنفی کا فتویٰ یہ ہے کہ اقامت ہوتے وقت اگر کوئی شخص نماز کیلئے اندر آجائے تو اُسے بھی حیّ علی الصّلوۃ سے پہلے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اُس کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ حیّ علی الصّلوۃ تک بیٹھ جائے اُس کے بعد موذن کا حیّ علی الفلاح کو پہنچنے پر کھڑے ہو جائے اس کے بعد متصلاً مسئلہ کی فقہ حنفی کے مطابق مزید تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے:

"اِن کان الموذّنُ غیرَ الامام وکان القومُ معَ الامام فی المسجد فانّہ یقومُ الامامُ والقومُ اذا قالَ الموذّنُ حَیَّ علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھوَ الصحیحُ فامّا اذا کان الامام خارج المسجد فان دَخلَ المسجدَ مِن قِبَلِ الصُفوفِ فکلّما جاوزَ صفّاقام

ذالک الصفُ والیہ مالَ شمسُ الائمۃ الحلوانیُ والسَرخسیُ وشیخ الاسلام خواھر زادہ وانْ کانَ الامامُ دَخلَ المسجدَ من قُدّامِھم یقومون کُلّما رَءَ وُا الامامَ وَان کان المؤذِّنُ والامامُ واحداً فان اقامَ فی المسجدِ فالقومُ لا یقومونَ مالم یَفرغ من الاقامۃ وان اقامَ خارجَ المسجدِ فمشائخنا اتّفقُوا علٰی انّھم لا یقومونَ مالم یدخُلِ الامامُ المسجدَ " یعنی تکبیر کہنے والا جب امام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہو اور امام ومقتدی پہلے سے مسجد کے اندر موجود ہو اس صورت میں ہمارے تینوں اماموں یعنی امام ابوحنیفہ ، امام محمد اور امام ابو یوسف کا متفقہ قول ہے کہ حَیَّ علی الفلاح کہنے پر صف بندی کیلئے کھڑے ہو درست فتویٰ یہی ہے اور اگر امام کی غیر موجودگی میں تکبیر کہی جارہی ہو اور شروع ہوتے ہی وہ آکر مسجد کی حدود میں داخل ہوا تو پھر دیکھا جائے گا اگر پیچھے کی طرف سے آرہا ہو یعنی صفوں کو چیر کر آگے مصلّٰی کی طرف جارہا ہو تب جس جس صف سے گذرتا جائیگا اُسی وقت وہ کھڑے ہونگے ۔ امام شمس الدین حلوانی ، امام سرخسی اور امام شیخ الاسلام خواھر زادہ نے اسی فتویٰ کی طرف میلان کیا ہے اور اگر قبلہ کی طرف سے داخل مسجد ہو کر مصلّٰی کی طرف بڑھ رہا ہو تب اُسے دیکھتے کیساتھ ہی سب کھڑے ہونگے ۔

یہ ہوا امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے کے اقامت کہنے کے احکام اور اگر امام خود اقامت کہہ رہا ہو تو پھر خالی نہیں ہے یا عام عادت اور معروف طریقہ کے مطابق داخل مسجد میں کریگا یا خلاف عادت مسجد کی حدود سے خارجی جگہ میں ۔ پہلی صورت میں

اس کا پوری اقامت سے فارغ ہونے سے قبل کسی بھی مقتدی کو صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا جواز نہیں ہے بلکہ سب پر لازم ہے کہ پوری اقامت بیٹھ کے سنے اور اقامت کے ختم ہونے پر سب کھڑے ہوں اور دوسری صورت میں ہمارے تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ جب تک وہ اقامت سے فارغ ہو کر مسجد میں داخل نہیں ہوتا اس وقت تک صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا جواز نہیں ہے بلکہ اقامت ختم کر کے جوں ہی مسجد کی حدود میں داخل ہوگا تب سب کے سب صف بندی کیلئے کھڑے ہونگے۔

فتاویٰ عالمگیری کی اس تفصیل کی طرح ہی حضرت ملک العلماء امام علاؤالدین الکاسانی الحنفی المتوفی 587ھ نے بھی فتاویٰ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول صفحہ 200 مطبوعہ بیروت میں مذہب امام ابوحنیفہ کے مطابق اس مسئلہ کو نماز باجماعت کی سنتوں کے زمرہ میں شمار کرنے کیساتھ اس انداز سے بیان کیا ہے جس کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کرنے والے تین سو فقہاء احناف نے بھی اپنے اس پیش رو کو سامنے رکھ کر مذکورہ تفصیل لکھی ہیں۔ فجزاهم الله خير الجزاء

فتاویٰ دُرالمختار میں بھی اسی انداز سے بیان کیا گیا ہے جسکی تشریح کرتے ہوئے فتاویٰ شامی نے جلد اول صفحہ 354 مطبوعہ المکتبہ الماجدیہ کوئٹہ میں لکھا ہے؛

"كذافي الكنز ونور الايضاح والاصلاح والظهيريه والبدائع وغيرها" اور اس کے چند سطر بعد ذخیرۃ الفتاویٰ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے؛

"يقوم الامام والقومُ اِذا قال المؤذن حَيَّ على الفلاح عند علمائنا

الثلاثة'' یعنی مذکورہ کتب کے علاوہ ذخیرۃ الفتاوٰی میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ہمارے تینوں اماموں یعنی امام ابو حنیفہ و امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول کے مطابق امام و مقتدی پہلے سے مسجد میں موجود ہونے کی صورت میں حی علی الفلاح کے وقت صف بندی کیلیے کھڑے ہونگے۔

الغرض فقہ حنفی کی شاید کوئی شاذ و نادر کتاب یا کوئی شرح حدیث اس مسئلہ کے بیان سے خالی ہو ورنہ کنز، نور الایضاح، شرح وقایہ اور مالا بد منہ جیسی عام کتب درسیہ میں بھی اس کے ساتھ تصریحات موجود ہیں یہ جدا مسئلہ ہے کہ بعض فقہاء کرام نے اسے نماز با جماعت کے آداب و مستحبات میں بیان کیا ہے اور بعض نے سنتوں کے زمرہ میں ذکر کیا ہے لیکن یہ ایک علمی و فقہی مسئلہ ہے جس کی نسبت اس کے عملی پہلو کو زیادہ اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ علم فقہ سے اصل مقصد و مدعا عمل کا حصول ہوتا ہے لہٰذا علم برائے علم کی مشقت میں پڑنے سے علم برائے عمل کی تبلیغ کو عام کرنے کی زیادہ اہمیت ہے کہ وہ محور ثواب و مدار نجات اور مطلوب من اللہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر انسان کم سے کم درجہ ثواب کو پانے کیلیے بھی کوشاں رہتا ہے جب کسی بھی نمازی کو چاہے وہ معصوم ہو یا گناہ گار اہل علم ہو یا جاہل یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں عمل باعث ثواب ہے تو وہ کبھی اُسے نہیں چھوڑتا اور جب اُسے پتہ چل جائے کہ فلاں کام نماز کے آداب و مستحبات کے قبیلہ سے ہونے کی بنا پر اس پر عمل کرنے والے کو کچھ نہ کچھ ثواب و فضیلت ملنے کی امید ہے تو وہ ضرور اس پر عمل کرتا ہے جبکہ کسی کام کا نماز کے آداب کے خلاف یا بے ادبی ہونے کی تمیز و معلومات حاصل ہونے پر حتی المقدور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے

ایسے میں پیش نظر مسئلہ کے حوالہ سے جو حضرات اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں یا صفوں کو برابر کرنے کے بہانہ سے اس جلد بازی و بے موسم عمل کو کار ثواب سمجھتے ہیں تو ان کی خطا کاری و جہالت میں کسی اہل علم کو شک نہیں ہو سکتا کیونکہ مذکورہ حوالہ جات کے مطابق یہ جاہلانہ خیال چاروں مذاہب اہل سنت کے خلاف ہے کہ کسی بھی امام مذہب نے اس طریقہ مروجہ کو کار ثواب نہیں جانا ہے، کسی نے بھی اس کی ترغیب نہیں دی ہے اور کسی نے بھی اسے بطور مذہبی طریقہ عمل بیان نہیں کیا ہے۔ بالخصوص فقہ حنفی کے متبعین اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نور اللہ مرقدہ الشریف کے مقلدین کا ایسا کرنا بدعت فی المذہب یا جہل بالمذہب کے مانند الخلو سے خالی نہیں ہے۔

اگر بالفرض مذہب حنفی کی ان تمام تاکیدات سے قطع نظر کریں، شروع سے کھڑے ہونے کے اس معکوسی عمل و رواج کو ثواب تصور کرنے کی بدعت فی المذہب سے بھی صرف نظر کرے، مذہب حنفی کے مطابق اس عمل کو نماز باجماعت کی سنتوں میں شمار ہے جانے کو بھی پس پشت ڈال دیں اور شروع سے کھڑے ہونے کے موجودہ مروجہ اور غیر مذہبی طریقہ عمل کے مکروہ ہونے کی ان تمام تر تصریحات سے بھی آنکھیں پھیر لے پھر بھی کسی حنفی کہلانے والے مقلد کو روا نہیں ہے کہ اپنے امام و پیشوا کے قول سے انحراف کریں، بلا دلیل اس کی مخالفت کریں اور تقاضا تقلید کو پامال کریں

مسئلہ اپنی جگہ محض مستحب و آداب صلوٰۃ و جماعت ہی سہی لیکن اپنے امام

وپیشوا کی تقلید میں اُس پر عمل کرنا واجب اور مخالفت کر کے خواہش نفس پر عمل کرنا نہ صرف مکروہ بلکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصریح کے مطابق تلفیق ہونے کیوجہ سے حرام محض یا جہل محض بھی ہے گویا اس غیر مذہبی رواج اور بدعت فی المذہب کا نتیجہ نہ صرف نماز کے آداب کی خلاف ورزی اور استحباب وآداب کے ثواب وفضیلت سے محرومی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تقلید کے تقاضوں کو پامال کرنے کا وبال بھی ہے لیکن کرے کیا؟ قابل رحم عوام کو سمجھائے کون؟ جب کہ منصب تبلیغ پر فائز علماء کرام خود بے راہ ہو چکے ہیں اسلئے کہ ہمارے تجربہ کے مطابق یہ لوگ مندرجہ ذیل طبقوں میں بٹ چکے ہیں۔

(۱):۔ سیاسی مفادات کے پجاری جنکا عملی مذہب وترجیح عوامی خواہشات کی تابعداری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

(۲):۔ محراب ومنبر کے تقدس کو فتنہ انگیزی، دل آزاری اور تفرقہ بازی کے گناہ پر قربان کرنے والے فسادکاروں کا طبقہ۔

(۳):۔ سادہ لوح اماماں مساجد جنکے پاس علم ہے نہ جرائت، مذاہب کی پہچان ہے نہ تبلیغ کی تمیز۔

(۴):۔ وعظ فروش اجرتی مقررین کا طبقہ جو مذہبی اجتماعات میں عوامی خواہشات ونفسیات کے مطابق اداکاری کر کے دنیا کمانے کے سوا اور کسی کام سے غم وغرض نہیں رکھتے ہیں۔

(۵):۔ تبلیغی جماعتوں اور تنظیموں کیساتھ مربوط طبقہ جن میں اقل قلیل مخلصین کے سوا

بعض دانستہ اور بعض نادانستہ طور پر بدترین فرقہ واریت میں مبتلا ہیں جن کی غالب اکثریت احکام اسلام کو کما حقہٗ سمجھنے کی سعادت سے خود محروم ہے جن کا اپنا ایمان و یقین بھی پختہ نہیں ہوتا۔

(۶):۔ نظام مصطفی ﷺ کو دل و جان سے جملہ شعبہائے حیات میں کامل رہنما تصور کر کے اس کے تحفظ و اشاعت اور تلقین و تبلیغ کیلئے زندگیاں وقف کرنے والے پاکیزہ نفوس کا طبقہ ہے۔ موجودہ دور کے ان چھ طبقوں میں سے پہلے پانچ سے صحیح معنی میں احکام اسلام کی تبلیغ کی توقع رکھنا اونٹ سے دودھ کی خواہش کرنے سے مختلف نہیں ہے جبکہ چھٹا طبقہ اس حوالہ سے موفق من اللہ ہے جن کے مساعی جمیلہ کی بدولت آج کل کافی مسلمانوں میں احکام اسلام پر درست عمل بھی ہو رہا ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بھی خالصتاً لوجہ اللہ انجام پذیر ہے۔

پیش نظر مسئلہ پر بھی جن مساجد میں کچھ عمل ہو رہا ہے یہ بھی ان ہی حضرات کے دم قدم سے قائم و دائم ہے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزا

ایک اشتباہ اور اُسکا جواب:

اس مسئلہ سے متعلق ہمارے بعض حضرات نے یہ اشتباہ ظاہر کیا ہے کہ اگرچہ اقامت کے شروع سے صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا مروجہ طریقہ مذہب حنفی میں نماز باجماعت کے آداب کے خلاف اور ترک مستحب ہے لیکن اسکے باوجود ایسا نہیں ہے کہ اسلام میں ہی نہ ہو یا ایسا کرنے سے کوئی بڑا گناہ ہوتا ہو ورنہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسکی اجازت نہ دیتے ہوتے حالانکہ اُنہوں نے اس کی اجازت دی ہوئی

ہیں جیسے موطا امام مالک کے بحث اذان واقامت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت امام مالک سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کیلئے کوئی خاص وقت متعین ثابت نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ جسکی جب مرضی ہو کھڑے ہوجائے گناہ کسی صورت میں بھی نہیں ہے تو امام مالک کے اس فتویٰ کے مطابق اگر کوئی عمل کرے تو اس میں حرج کیا ہے؟

اسکا جواب یہ ھے:۔

کہ ہم ان لوگوں کا رونا رو رہے ہیں جو امام ابوحنیفہ کے مقلد اور مذہب حنفیہ کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہوتے ہوئے اپنے امام کی مخالفت کر رہے ہیں اگر ہمارے گردوپیش مالکی المذہب حضرات ایسے کر رہے ہوتے تو ہمیں بھی ان پہ کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ ہر مقلد پر اپنے امام و پیشوا کے فتووں کے مطابق عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسلئے ہمارے پیش نظر وہی حنفی المذہب کہلانے والے حضرات ہی ہیں جو زبان سے اپنے آپکو حنفی المذہب کہتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں بلا وجہ جان بوجھ کر مالکی مذہب پر عمل کر کے تلفیق کاری کے گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں یا بوجہ جہالت انجانے میں تقاضاء تقلید کو پامال کر رہے ہیں اس طرح سے تلفیق کاری یا جہالت نگری کے اندھیرے میں ادھا تیتر ادھا بٹیر بننے کی بجائے اگر یہ حضرات یکطرفہ مذہب امام مالک کی تقلید اختیار کر کے اذان، اقامت، نماز، روزہ وغیرہ جملہ احکام اجتہادیہ میں اُن کے فتووں کے مطابق عمل کرتے ہوتے تو کسی کو ان پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ ہوتا۔ اسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ امام مالک کا یہ قول ہر جگہ اور ہر قسم کے نمازیوں کیلئے نہیں ہے بلکہ اُن ضعیفوں

کیلئے ہے جو اقامت کے ختم ہونے کے بعد جلدی کھڑے نہیں ہو سکتے یا کھڑے ہو کر جلدی میں صفوں کو برابر کر کے تکبیر اولیٰ کو نہیں پا سکتے ہیں چنانچہ موطا امام مالک کے محولہ الفاظ

"واما قیام الناس حِینَ تُقَامُ الصَّلوٰۃُ فَإِنِّی لَم اَسمَع فی ذالک بِحدٍ یقامُ لَہٗ الا انی اری ذالک علی قدر طاقت الناس فان منھم الثقیل والخفیف لا یستطیعون ان یکونوا کرجلٍ واحدٍ" یعنی نماز کیلئے اقامت ہوتے وقت کھڑے ہونے کے کیلئے کسی خاص وقت کا حکم آنحضرت ﷺ کے حوالے سے میں نے نہیں سنا ہے جسمیں معین حد مقرر کی گئی ہو لکن میں از روئی اجتہاد مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ حکم نمازیوں کی جسمانی استطاعت کے مطابق ہو کیونکہ وہ یکساں نہیں ہوتے بلکہ اُن میں بعض پر کھڑے ہونا بھاری ہوتا ہے بعض پر آسان۔

حضرت امام مالکؒ کے اِن الفاظ سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اُنھوں نے صرف اور صرف اُن نمازیوں کیلئے یہ ارشاد فرمایا ہے جو اپنی جسمانی ناتوانی کی بناء پر اختتام تکبیر کے بعد کھڑے ہو کر تکبیر اولیٰ کو پانے سے قاصر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی اور عبدالرحمن الدمشقی جیسے اسلاف نے اس موضوع سے متعلق امام مالک کا قول امام شافعی و امام احمد ابن حنبل کے مطابق اختتام تکبیر کے بعد کھڑا ہونا بتایا ہے اُنھوں نے بھی امام مالک کے اِس قول سے ہی استنباط کیا ہوگا ورنہ ان حضرات کی یہ نقل کذب محض ہو کر رہ جائیگی۔ حضرت امام مالک کے اس قول سے مغالطہ کھانے والے حضرات کو چاہیے کہ امام مالک کے ان الفاظ پر کہ

"فان منهم الثقيل والخفيف ولا يستطيعون ان يكونوا كرجل واحد" کھلے ذہن سے غور کریں ورنہ ذاتی پسند یا ماحولیاتی اثر کو ترجیح بنا کر دیکھنے سے غلط فہمی کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک اور مغالطہ کا جواب:

اقامت کے شروع سے بلکہ بعض جگہوں میں شروع اقامت سے بھی پہلے اور بالخصوص مغرب کی اذان کے ختم ہونے کے ساتھ ہی کھڑے ہونے کو ثواب جان کر شریعت کے اس استحبابی حکم کی مخالفت کرنے والے امام مساجد حضرات کو اس حد تک ہم نے اس جہالت کاری میں مبتلا دیکھا ہے کہ اگر کوئی انہیں اس کی بابت سمجھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسے نئے مسائل بتانے والا بریلوی کہکر معاشرہ میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں دیوبندی اکثریت کے ماحول میں اس قسم حقیقی علماء احناف کی تبلیغ غیر مؤثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ وقت بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے تیس سال قبل 1975ء میں جب صوبہ سرحد میں اس مذہبی حکم کی تبلیغ میں نے شروع کی تھی اور میری طرف سے پیش کیے جانے والے دلائل سے منفعل ہونے والے حضرات اپنی اپنی مسجدوں کے اماموں، خطیبوں اور مفتیوں کو اس پر عمل کرنے کیلئے آمادہ کرنے لگے تو اصحاب محراب و ممبر حضرات کی اس غالب اکثریت نے ٹھنڈے دل سے سوچنے، تلافی مافات کرنے اور گزشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط کرنے کی بجائے محض اپنی انا کو بحال رکھنے کیلئے مغالطہ دینے کا یہی حربہ استعمال کیا کہ یہ بریلویوں کے نئے مسائل کہکر عوام کو دھوکہ دیا، حق کو مسترد کیا اور باطل

پراڑے رہے۔ اس سلسلہ کا ایک جاہلانہ واقعہ یہ بھی مجھے یاد ہے کہ میرے درس حدیث
کے طلباء میں ایک شخص صوفی یوسف کے نام سے بھی تھا۔ جو بعد میں بغداد شریف
حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کے مزار پر حاضری دینے کے
دوران وفات ہو کر وہیں پر ہی مدفون ہو چکے ہیں۔ ایک دن حدیث شریف کے درس
میں فرمان نبوی ﷺ: "لاتقوموا حتی ترونی" زیر بحث آئی تو حی علی الصلوۃ سے
پہلے کھڑے ہونے کو ثواب جاننے والوں کی اس بدعت کاری کو دلائل سے واضح کیا اور
مذہب حنفی کے مطابق حی علی الصلوۃ تک بیٹھ کر تکبیر سننے کے شرعی حکم پر شروح حدیث
وکتب فتاویٰ کے حوالہ سے دلائل بیان کئے درس کے بعد صوفی یوسف نے اپنی مسجد جا کر
مقتدیوں کو اس کے پابند کرنے کی کوشش کی تو دیوبندی ماحول کی اکثریت کیوجہ سے
مقتدیوں کی غالب اکثریت اس کے دشمن ہو گئی اور مسجد کی امامت سے نکالنے کی دھمکی
دی۔ انجام کار صوفی یوسف مرحوم نے جہالت کی اس اندھیر نگری کے سامنے مجبور ہو کر
ہتھیار ڈال دیا۔

ایسے معکوس العمل جاہلانہ ماحول میں بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے آواز
حق کی تبلیغ جاری رکھی۔ جس کے نتیجہ میں آج کل صوبہ سرحد میں کم از کم پانچ فیصد
مسلمانوں پر اس حوالہ سے حق آشکارا ہو چکا ہے اور آواز حق کی اس تبلیغ کی وجہ سے
جس مسجد سے صوفی محمد یوسف کی ناک میں دم کیا گیا تھا اور اُسے مسجد سے نکالنے کی
دھمکی دی گئی تھی آج اس کے اکثر نمازی نہ صرف خود حی علی الصلوۃ تک بیٹھ کر تکبیر سنتے
ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔

بریلویوں کے نئے مسائل کہکر عوام کو مغالطہ دینے کی اس جہالت خیزی کا جواب واضح ہے کہ زمانہ تابعین یعنی آج سے تیرا سو (1300) سال قبل حضرت امام ابوحنیفہ کے وقت سے موجود اور جملہ اسلاف کی کتابوں میں لکھا ہوا اس مسئلہ کے حوالہ سے دیوبندی یا بریلوی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ دیوبندی بریلوی اختلافات صرف اور صرف تحذیر الناس اور حفظ الایمان جیسی متنازعہ کتابوں کی وجہ سے وجود میں آئے ہوئے ہیں۔ جس پر ڈیڑھ سو سال کا عرصہ بھی ابھی نہیں گزرا ہے۔ جبکہ حیّ علی الصلوٰۃ تک بیٹھ کر تکبیر کو سننے کا شرعی حکم آج سے 13 سو سال قبل حضرت امام ابوحنیفہ کا بتایا ہوا شرعی فتویٰ ہے۔ جس پر بلا اختلاف تمام علماء احناف سلف صالحین نے نہ صرف عمل کیا بلکہ آئندہ نسلوں تک پہنچانے کیلئے قرنا بعد قرن اپنی اپنی کتابوں میں بھی لکھا ہے لیکن مغالطہ دینے والوں کو یہ جواب دینے کی صلاحیت عوام میں نہیں ہے کہ ہم کو اُن کا ساتھ دینا لازم ہے جو امام ابوحنیفہ کے مطابق تبلیغ کر رہے ہیں اور جملہ سلف صالحین کی روش پر چل رہے ہیں۔ عوام کی سادگی سے ناجائز فائیدہ اُٹھا کر حقیقی علماء کرام ومبلغین اسلام کی تبلیغی کاوشوں کو ناکام کرنے کیلئے اُنہیں نئے مسائل بیان کرنے والے بریلوی کہکر دیوبندی اکثریت کے ماحول میں بدنام کرنے کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ڈبہ پیروں کا جمگھٹا اپنے خلاف تبلیغ کرنے والے حقیقی علماء کو دیوبندی کہکر بریلوی اکثریت کے ماحول میں بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کی حقیقت نا سمجھ عوام کو مغالطہ دینے اور اشتباہ میں ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس قسم مغالطہ دیکر عوام کو گمراہ کرنے کیساتھ خود اپنے آپ کو بھی آلودۂ معصیت کرنے والے حضرات کو اللہ

تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سوچنا چاہیے اور اپنے اس کردار کا خود محاسبہ کرنا چاہیے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف پشت کر کے اشرف علی تھانوی کیطرف منہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ امام ابو یوسف و محمد جیسے مسلمہ پیشوایان اسلام کے فتوؤں کو چھوڑ کر ان کے مقابلہ میں فتاویٰ دیوبند یا فتاویٰ رشیدیہ جیسی غیر معیاری کتابوں پر عمل کرنے کا کیا تک ہے؟ اور عہد نبوی ﷺ سے لیکر فتاویٰ رشیدیہ جیسی متنازعہ کتابوں کے وجود میں آنے سے قبل تک غیر متنازعہ و متفقہ چلے آنے والے مسئلہ سے انحراف کر کے ان غیر معیاری اور متنازعہ کتابوں میں لکھی ہوئی بدعت کو سینہ سے لگانے کی کیا گنجائش ہے؟

اس موضوع پر میں جب بھی سوچتا ہوں تو میری حیرت کی انتہا ہوتی ہے کہ نور الایضاح سے لیکر مالا بد منہ تک، کنز الدقائق سے لیکر وقایۃ الروایہ اور شرح الوقایہ تک، متون سے لیکر شروح تک، شروح حدیث سے لیکر کتب فتاویٰ تک اور فقہ حنفی کی درسیات سے لیکر مبسوطات تک سینکڑوں کتابوں میں مذہب حنفی کے اس متواتر الثبوت مسئلہ کو پڑھنے اور پڑھانے کے باوجود وقتِ عمل اس کی طرف محض اس وجہ سے پشت کرنا کہ یہ فتاویٰ دیوبند کے مطابق نہیں ہے تعصب کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

اسے کہتے ہیں قدیم سے کٹ کر جدید کو اپنانا، مسلمہ سے انحراف کر کے متنازعہ کو پیشوا بنانا اور معیاری کو چھوڑ کر غیر معیاری کو گلے کا ہار اور ماتھے کا جومر بنانا جس کا انجام معکوس العملی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ واللہ الھادی إلی سبیل الرشاد۔

ایک اور مغالطہ کا جواب:۔

بعض حضرات اس سلسلہ میں تسویت الصفوف کا بہانہ بنا کر خود اشتباہی میں

مبتلا ہونے کیساتھ دوسروں کو بھی مغالطہ دیتے ہیں کہ صفوں کو برابر کرنے کی بڑی اہمیت ہے جس پر عمل اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ شروع سے سب کھڑے ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات کلمۃ الحق ارید بہا الباطل سے مختلف نہیں ہے یعنی صفوں کو برابر کرنے کی اہمیت کا مسئلہ اپنی جگہ اٹل ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لیکن اسکا بہانہ بنا کر قبل از وقت کھڑے ہونے کو ترویج دینا باطل محض، اپنے پیٹ سے مسئلہ گھڑنے اور التباس الحق بالباطل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے گذشتہ صفحات میں موطا امام محمد شریف کے حوالہ سے مذہب حنفی کے مطابق ہم اسکا وقت بتا چکے ہیں کہ حضرت امام محمد نے حنفی مذہب کے مطابق اسکا جو وقت بتایا ہے وہ حیّ علی الفلاح کے بعد ہے اُن کے الفاظ یہ ہیں

"ینبغی للقوم اذا قال المؤذّن حیّ علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفّوا ویسوّوا الصفوف"

موطا امام محمد مطبوعہ مکتبہ علمیہ لاہور صفحہ ۸۶

جب ان مذہبی کتابوں میں دیگر عبادات کیلئے جدا جدا اوقات بتانے کیطرح ہی صفوں کو برابر کرنے کا بھی وقت بتایا جا چکا ہے کہ حنفی مذہب کے مطابق حی علی الصلوٰۃ کے بعد اسکا وقت شروع ہوتا ہے تو ان تصریحات کی موجودگی میں اپنی طرف سے قیاس آرائی کرنے کا کیا جواز ہے، مقررہ اوقات تبدیل کرنے کا کیا تک ہے اور مذہبی تحدیدات کو مسخ کر کے ایک کا وقت دوسرے کو دینے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے اگر خواہ مخواہ ان تحدیدات مذہبیہ کو پس پشت ڈال کر اُن کے مقابلہ میں اپنی رائے کو داخل

اسلام کرتا ہے تو پھر اپنے آپکو مقلد کہلانے کا کیا جواز باقی رہتا ہے مذہب حنفی کے پیروکار کہلانے کا کیا حق ہے ادعا تیتر ادھا بٹیر بننے کے اس دوغلاپن کو چھوڑ کر خود کو غیر مقلد کیوں نہیں کہتے تاکہ اتحاد بین المسلمین کی خاطر کسی کو ان کے خلاف آواز اٹھانے کی بھی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور یہ کہنا کہ شروع سے کھڑے ہوئے بغیر صفوں کو برابر کرنا ممکن نہیں ہے خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے کیونکہ ہمارا عملی تجربہ ہے کہ لوگوں کو صف بندی کیلئے کھڑے ہونے اور صفوں کو برابر کرنے کیلئے جدا جدا اوقات کی تبلیغ کرکے اسکے مطابق تربیت دینے پر وہ بڑی آسانی کیساتھ اس پر عمل کر لیتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جن امامان مساجد نے اپنے مقتدیوں کو اس سلسلہ میں تعلیم و تربیت دیکر تیار کیا ہوا ہے وہ حی علی الصلوۃ کے بعد کھڑے ہو کر آناً فاناً صفوں کو برابر کرکے تکبیر اولی کو بھی پالیتے ہیں جبکہ شروع سے کھڑے ہونے والے بے تربیت اس تمام دورانیہ میں بھی صفوں کو برابر نہیں کر سکتے ہیں وہ تو اپنی بے علمی و بے تربیتی کیوجہ سے تسویۃ الصفوف کے بے موسم جذبہ سے سرشار ہو کر مسجد کے نقش و نگار و ماحول پر نظریں دوڑاتے ہوئے تسویۃ الصفوف والی سنت پر عمل کرنے سے محروم رہنے کیساتھ حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کے آداب و استحباب سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔

الغرض جس بہانہ سے اس مذہبی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس پر بھی پوری طرح عمل اُنہیں نصیب نہیں ہوتا انجام کار نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

عذر لنگ اور اس کا جواب:۔

بعض حضرات کو اس سلسلہ میں یہ عذر پیش کرتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ حی

علی الصلوٰۃ سے پہلے صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کا رواج اگرچہ مذہب حنفی کے خلاف ہے لیکن علماء کی اکثریت چونکہ اسی پر رواداں ہے۔ جس وجہ سے ہم بھی اس کے خلاف نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ اسکی مخالفت کرنے میں مسلمانوں کے مابین اختلاف پیدا ہوتا ہے اور تفریق کلمۃ المسلمین کے سبب بننے والے ہر عمل سے بچنا ضروری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات عذر لنگ کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس میں تفریق کلمۃ المسلمین اور اختلاف پیدا کرنے کی کونسی بات ہے یہ سوال تب پیدا ہوتا اگر مسلمانوں کی جماعت پہلے سے صراط مستقیم پر عمل کرتی چلی آرہی ہو تو اُنکی یگانگت واتفاق علی الحق کو توڑنے کیلئے اُن کی صفوں میں سوراخ پیدا کرنے یا اُن کا شیرازہ منتشر کرنے کیلئے خلاف حق جدید عقیدہ وعمل کی تبلیغ شروع کیجائے یا کوئی بدعت ایجاد کیجائے یہاں پر ایسا نہیں ہے کیونکہ ان ملکوں میں نمازی کلھم حنفی المذہب ہیں اور مذہب حنفی کے جملہ امامان مذہب ومجتہدین کا اجماع ہے کہ حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے میں ترک مستحب وخلاف ادب ہے۔ایسے میں امامان مساجد واصحاب محراب ومنبر حضرات پر فرض عین بنتا ہے کہ وہ مذہب حنفی کے پیروکار کہلانے والے عوام الناس کو اس کے متعلق تبلیغ کرکے سمجھائے صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کیلئے اور صفوں کو برابر کرنے کیلئے جو جدا جدا اوقات مذہب حنفی کے مطابق کتابوں میں بتائے گئے ہیں اُن کی اُنہیں تعلیم وتربیت دیکر عمل کیلئے تیار کریں۔

امامان مساجد وخطباء کی ذمہ داری محض نماز پڑھانا اور تقریر کرکے محراب ومنبر گرمانا ہی نہیں ہے بلکہ بانی اسلام رحمت عالم ﷺ کی تعلیمات وہدایات کے مطابق

ہر امام مسجد و ہر امام جمعہ کے مذہبی فرائض میں شامل ہے کہ اپنے مقتدیوں کو نماز کی صحت وسقم، شرائط و آداب سیکھانے کیساتھ ساتھ اذان واقامت اور تسویۃ الصفوف، صف بندی کیلئے کھڑے ہونے اور صفوں کو برابر کرنے کیلئے مقررہ اوقات کی بھی انہیں تعلیم وتربیت دیکر عمل کیلئے تیار کریں اور آداب بتاکر خلاف آداب حرکات سے بچنے کی انہیں تبلیغ کریں۔ جیسے مرفوع حدیث میں اللہ کے حبیب رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے؛

''الاِمَامُ ضَامِن'' یعنی ہر مسجد کا امام اپنے مقتدیوں کی نمازوں کا ضامن ہے' مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۵ کتاب الصلوٰۃ، فصل الاذان واجابت الموذن۔ لیکن جب سے حنفی المذہب کہلانے والے امامان مساجد نے نمازوں سے متعلقہ اپنی ان ذمہ داریوں کو ترک کیا اُس وقت سے نمازوں کے آداب ومستحبات، سنن وشرائط وغیرہ احکام کے علم سے بھی محروم ہونے لگے ہیں نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی مجازات اعمال کے عادلانہ نظام قدرت کے مطابق تبلیغ کے نام پر خالص جاہلوں کو اُن پر مسلط کیا ہے جو مختلف حیلوں، بہانوں سے انہیں شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں بستر بدوش گھوماتے پھیراتے رہتے ہیں۔

جائے تعجب ہے کہ امام ومقتدی سب اپنے اپکو مذہب حنفی کے مقلد و متبع کہتے ہوئے بھی محض جہالت کیوجہ سے اُس کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو ایسے میں اگر کوئی اہل علم انہیں سمجھائے، اس غلطی پر انہیں متنبہ کریں اور اپنے امام کی مخالفت نہ کرنے کی انہیں تبلیغ کریں تو اس میں اختلاف بین المسلمین پیدا کرنے کی کونسی بات ہے اگر ایسی

تبلیغ افتراق بین المسلمین کی حرام کاری کے زمرہ میں آتی ہو تو پھر تبلیغ نام کی کوئی چیز جائز نہیں ہو سکتی کیونکہ شریعت کی زبان میں تبلیغ اُسے کہتے ہیں کہ جہالت کے خلاف علم کی روشنی پھیلائی جائے خلاف مذہب کاموں سے منع اور مذہبی احکام پر عمل کرنے کی تلقین کرکے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا جائے جیسے اللہ کے حبیب بانی اسلام رحمت عالم ﷺ نے مرفوع حدیث میں ارشاد فرمایا؛

"مَن رَایٰ مِنکُم مُنکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطیع فبلسانہ فان لم یستطیع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان" یعنی اگر تم میں سے کوئی شخص کسی میں خلاف مذہب کوئی کام دیکھیں تو ہاتھ سے منع کریں اگر ایسا نہیں کرسکتا تو پھر زبان سے منع کریں ایسا بھی اگر نہیں کرسکتا تو پھر دل میں اُسے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین رُتبہ ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶ باب الامر بالمعروف۔

امام ومقتدی دونوں ایک ہی مذہب کے مقلد و پیروکار ہوتے ہوئے بھی عمل اُسکے خلاف کریں تو اس سے بڑی جہالت اور کیا ہوگی، اپنے امام کے مذہب کے خلاف خواہش نفس کی پیروی کرنا امر منکر نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا اور غیر مذہبی روش کے خلاف تبلیغ کو تفریق بین المسلمین سے تعبیر کرکے باطل کے ہاتھ مضبوط کرنے کی یہ روش غدر رنگ نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی ایسے ہی حضرات کے متعلق فتاویٰ درالمختار میں فرمایا ہے؛

"والفتیا بالقول المرجوح جهلٌ وخرقٌ لِلاجماع واَنَّ الحُکم الملفق باطلٌ بالاجماع وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطلٌ اتفاقا وهو المختار فی المذهب" یعنی خلاف مذہب باتوں پر عمل کرنے کیلئے فتویٰ دینا جہل

محض ہونے کیساتھ اجماع امت کی بھی مخالفت ہے اور اپنی من پسند باتوں کیلئے جواز ڈھونڈتے ہوئے اِدھر اُدھر کے بہانہ وعذر تلاش کرنا باجماع الامت باطل ہے اور کسی ایک مذہب کی تقلید کرکے اس پر عمل کرنے کے بعد کسی مسئلہ میں اُسکی مخالفت کرنے کی روش بھی باجماع الامت باطل ہونے کا قول مختار فی المذہب ہے ملاحظہ ہو' فتاویٰ درالمختار علی حاشیہ فتاویٰ الطحاوی جلد اول صفحہ ۵۰ مطبوعہ بیروت'

ایک کج فہمی اور اس کا جواب :۔

بعض حضرات کو اس مسئلہ کے حوالہ سے اپنی غفلت وکج عملی کا پتہ چلنے کے بعد اصلاح احوال کرنے کی بجائے یہ کہتے ہوئے بھی سُنا گیا ہے کہ حضرت سعید ابن المسیب نے شروع سے کھڑے ہونے کو واجب کہا ہے لہٰذا ہم اُن کے مطابق ایسا کرتے ہیں کیونکہ وہ اصحاب مذاہب اماموں سے مقدم ہونے اور زیادہ صحابہ کرام کی صحبت کو پانے کیوجہ سے امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں زیادہ قابل عمل ہیں!

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ توجیہ نہ صرف مغالطہ ہے بلکہ مسئلہ تقلید، مفہوم تقلید اور تقلید شرعی کیلئے اسلامی معیار کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بے حقیقت اشتباہ ہے .کیونکہ تقلید شرعی کیلئے ضروری نہیں ہے کہ جسکی تقلید کیجائے وہ سب سے مقدم ہو یا تمام متقدمین سے افضل ہو، صحابی ہو، صحابہ کرام کا شاگرد ہو یا کثیر الصحبت ہو نہیں ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے بلکہ تقلید شرعی یا تقلید شخصی کیلئے شرعی معیار صرف اتنا ہے کہ غیر منصوصی مسائل میں جس صاحب اجتہاد امام کے مصیب فی الاجتہاد ہونے کا غالب گمان ہو اس پر اعتماد کرکے اس کے جملہ اجتہادی اقوال پر عمل کیا جائے۔ اور ایک بار

اُس پر اعتماد کر کے اُس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اُسکے مقابلہ میں کسی دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا باطل و ناجائز قرار پاتا ہے۔ جیسے فتاویٰ درالمختار میں ہے:

"والرجوع عن التقلید بعد العمل باطل اتفاقا وھو المختار فی المذھب" فتاویٰ درالمختار علی حاشیہ فتاویٰ طحطاوی علی الدر المختار جلد اول صفحہ ۵۰ اسی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے طحطاوی نے لکھا ہے:

"اِنَّ التقلید عبارۃ عن الاخذ بقول امام مع بقائہ علی مذھبہ" یعنی تقلید شخصی کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایک امام کو حق بجانب جان کر اُسکے مذہب پہ قائم رہتے ہوئے اسکے قول پر عمل کیا جائے۔ اسکے بعد لکھا ہے:

"لا یجوز تقلید ما ذاد علی الواحد" یعنی ایک سے زیادہ اماموں کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے تحریر الاصول امام ابن ہمام کی شرح (التقریر والتحبیر) جلد سوم صفحہ ۳۵۰ میں ہے:

"اذا تعارض قولا مجتھدین یجبُ التحرّی فیھما فَاِذا وقعَ فِی قلبِہ اَنَّ الصَوَابَ احدُھما یَجِبُ العَمَلُ بہ واِذا عَمِلَ بہ لیس لہ اَن یَعمَلَ بِالآخر اِلاَّ اِذا ظَھَرَ خطاءُ الاَوّلِ" یعنی مجتہدین کرام کے مابین اختلافی مسائل کے احکام جب ایک دوسرے کے متضاد ہوں تو مقلد کو غور و فکر کرنے کے بعد اُن میں سے کسی ایک کے حق بجانب ہونے کا غالب گمان کر کے اُس کی تقلید کرنے کے بعد اُسکی خطائی پر مطلع ہوئے بغیر اُسکی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے۔

قاضی بیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ کے منہاج الاصول الی علم الاصول کی شرح

نہایت السول فی شرح منہاج الوصول میں امام جمال الدین الاسنوی المتوفی ۷۷۲ھ نے اپنی اس شرح کے اختتامی حصہ میں یعنی جہاں پر یہ ختم ہو رہی ہے وہی پر اس سلسلہ میں جو آخری فیصلہ لکھا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں؛

"یتعین تقلید الائمة الاربعة دون غیرھم لان مذاھب الاربعة قد انتشرت وعُلِمَ تقییدُ مطلقِھا وتخصیصُ عامِھا ونشرت فروعُھا بخلاف مذھبِ غیرِھم فرَضِیَ اللّٰہُ عنھم واَرضاھم وحشرَنا فی زُمرتِھم اِنّہٗ رحیم ودود" یعنی عام مسلمانوں پر صرف ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید معین طور پر لازم ہے اُن سے پہلے کے مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کرنا اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اُن کے مذاہب دنیا میں پھیلے نہیں بلکہ ان تک محدود رہے اور اُن کے مطلق وعام اقوال کی تقیید و تخصیص اور اُن کے جزئیات و فروع کی تشریح بھی نہیں ہوئی اس لئے وہ قابل عمل بھی نہیں رہے۔ بخلاف موجودہ مذاہب اربعہ کے کہ یہ چاروں کے چاروں دنیا میں پھیل گئے اور اُن کے بتائے ہوئے مطلق وعام مسائل کی قیودات ومواقع تخصیص کی تشریح ہونے کیساتھ ان کے جزئیات وفروعات بھی مدّون ہو کر دنیا میں پھیل چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے ہم دست بدعا ہیں کہ وہ ان سے راضی ہو جائے اور ان سب کو ہم سے راضی کریں اور آخرت میں ہمیں اِن کی جماعت میں اُٹھائے بے شک وہ اپنے بندوں پر زیادہ رحم فرمانے اور محبت فرمانے والا ہے۔

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام المتوفی ۸۶۱ھ نے بھی تحریر الاصول کا اختتام تقریباً ایسے ہی الفاظ ومضمون پر کیا ہے جنہیں اپنی اس عظیم کتاب اُصول کا تکملہ

قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"تکمة نقل الامامُ اجماعَ المحققین علیٰ منع العوام من تقلید اعیانِ الصحابة بل من بعدهم الّذِین سبروا ووضعوا ودوّنوا وعلی هذا ما ذکرَ بعض المتاخرِین منعَ تقلید غیرِ الاربعةِ لِانضباطِ مَذاهِبِهِم وتقلید مسائلهم وتخصیصِ عمومها ولم یُدر مثلُه فی غیر هم اِلی الآن لِانقراضِ اتباعِهِم هُوَ صحیح" یعنی مسئلہ تقلید کا آخری تکملہ امام برھان الدین کے اس فیصلہ پر کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے کہا ہے کہ عوام کو سربرآوردہ مجتہد صحابہ کرام کے اُن اقوال کی تقلید کرنے سے منع کرنا چاہیے جو ائمہ اربعہ کے اقوال کے خلاف ہیں بلکہ اُن کے بعد والے اُن مجتہدین کے اقوال کی تقلید کرنے کی اُنہیں تلقین کرنا چاہیے جنھوں نے مسائل کی چھان بین کی ہیں اور جزئیات کے استخراج کیلئے اصول وقواعد وضع کرنے کیساتھ اُنہیں کتابی شکل میں مدوّن کیا ہے اور چوتھی صدی ہجری کے بعد والے متاخرین علماء کرام نے یہ جو کہا ہے کہ عوام کو مذہب اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید کرنے سے منع کرنا چاہیے کیونکہ تقلید شخصی کیلئے ضروری ہے کہ جس کی تقلید کیجائے اُسکا مذہب کتابی شکل میں مدوّن ہوا ہو اور اُسکے بتائے ہوئے مطلق وعام مسائل کی قیودات ومواقع تخصیص کی تشریح کی گئی ہو یہ معیار مذاہب اربعہ کے علاوہ اور کسی میں نہیں پایا جاتا کیونکہ ان چاروں کے سوا باقی سب کے متبعین بھی وقت کے گذرنے کیساتھ ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ تو یہ قول بھی امام برھان الدین کے اس فیصلہ کے مطابق ہی واضح ہے جس میں اُنہوں نے ائمہ اربعہ کے سوا کسی اور مجتہد کی تقلید

کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اب فقہاء کرام اور علماء اصول کی ان تصریحات کی روشنی میں حضرت سعید ابن المسیب کے مذکورہ قول یا اُن کے ذاتی اجتہاد کی تقلید میں اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو واجب بتانے والے حضرات کا یہ کردار دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

ا:۔ اول یہ کہ وہ اپنے اپکو جس امام کا مقلد کہلاتے ہیں اُسکے مذہب کا غلط اور خلاف حقیقت ہونے پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل اُنھیں معلوم ہوئی ہوگی۔

۲:۔ دوم یہ کہ بلا دلیل شرعی ایسا کر رہے ہیں اس مانوۃ الخلو کی پہلی صورت میں ان حضرات پہ یہ فرض بنتا ہے کہ اُس دلیل کو دنیا کے سامنے ظاہر کر کے مذہب حنفی کے متبعین کو علی الاعلان غلطی سے بچانے کی تبلیغ کرے کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہ کے قول "اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اور دوسری صورت میں تقلید شخصی کے حوالہ سے جملہ فقہاء کرام اور کل مذاہب مجتہدین کے اِس متفقہ فیصلہ کی خلاف ورزی کر کے ارتکاب بدعت کے جرم سے بچنا اُن پر فرض بنتا ہے کیونکہ کل مذاہب فقہاء کرام کے متفقہ فیصلوں سے عدول کرنا خود کو بدعت میں مبتلا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے جس سے بچنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ان حضرات کا ظاہری حال بتا رہا ہے کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے مطابق بھی تبلیغ کرنے کے جرات نہیں کر سکتے ہیں ایسے میں ان کی طرف سے پیش کئے جانے والے یہ اشتباہ مذہب حنفی کے پیروکار عوام کو دھوکہ دینے، اندھیرے میں رکھنے اور غیر حقیقی راہ پہ چلانے کی کج روی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

ایک اور اشتباہ کا جواب:۔

بعض حضرات کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب کے مطابق فتویٰ صادر کرنا جائز ہوتا ہے اسی اصول کے مطابق مذہب حنفی کے پیروکار حضرات کی اکثریت حضرت سعید ابن المسیب جیسے جلیل القدر تابعی کے مذہب کے مطابق ایسا کرتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اشتباہ بھی اشتباہ برائے اشتباہ یا اشتباہ برائے مغالطہ کے سوا کچھ نہیں ہے اسلئے کہ اولاً تو یہ اصول یہاں پر منطبق ہی نہیں ہوتا کیونکہ ایسی ناگزیر ضرورت یہاں پر نہیں ہے جبکہ اس اصول پر عمل کرنے کے مصارف ومحل صرف وہی چند مقامات ہوتے ہیں جہاں پر اپنے امام مذہب کیمطابق عمل کرنا ممکن نہ ہوسکے، یا کسی فساد کو مستلزم ہوتا ہو یا اپنے امام مذہب کی کتب مدونہ میں کوئی راہنمائی ہی موجود نہ ہو ان سب کی تفصیل فقہ حنفی کی کتابوں میں تمثیلی جزئیات کی شکل میں موجود ہے لیکن یہاں پر قطعاً کوئی ایک صورت بھی ایسی موجود نہیں ہے تو پھر بلا وجہ مذہب سے عدول کرنے کا کیا تک ہے؟

ثانیاً یہ کہ مذکورہ تینوں ناگزیر ضرورتوں میں سے کسی ایک کی بنیاد پر فتویٰ صادر کرنے کا مطلب بھی وہی ہے جو تقلید شخصی کے مفہوم کی وضاحت سے متعلق ہم بیان کرچکے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک پر ہو جو مدون ہوچکے ہیں جو تواتر کیساتھ بلاشک وشبہ ہم تک پہنچے ہیں جنکے متبعین دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جنکی تشریح وتوضیح مستقل مذہبی وکتابی شکل میں موجود ہے جبکہ یہاں پر اشتباہ پیدا کرنے والوں کے ہاتھ خالی

ہیں ورنہ ایک سعید ابن المسیب نہیں بلکہ اُن کے علاوہ اور بھی کافی تابعین ایسے صاحب
اجتہاد و صاحب مذاہب گذرے ہیں جنکے اقوال و مذاہب غیر مدوّن، متبعین غیر موجود
اور ہم تک پہنچنے میں نقل غیر متواتر و غیر یقینی ہونے کی بناء پر ان کی طرف منسوب شدہ
ان روایات پر فتویٰ صادر کرنے کو کسی نے بھی جائز نہیں سمجھا بلکہ صحابہ کرام میں بھی جن
اصحاب اجتہاد و صاحب مذاہب کیطرف منسوب شدہ روایات ان مذاہب مدونہ کے
خلاف ہیں اُن پر عمل کرنے کو بھی کسی نے جائز نہیں سمجھا مثال کے طور مدینہ منورہ کے
رہنے والے صحابہ کرام و تابعین اقامت کے الفاظ کو ایک ایک بار پڑھا کرتے تھے جیسے
موطا امام کی اسی مذکورہ حدیث کے اول حصہ میں ہے؛

"فقال لم یُبلغنی فی النداء والاقامة اِلّا ما ادرکتُ الناسَ
علیہ فامّا الاقامة فانھا لا تثنیٰ وذالک الذی لم یزل علیہ اھل العلم
ببلدنا" یعنی اذان کے الفاظ میں سے ابتدائی تکبیر اور اخری تہلیل کے علاوہ باقی تمام
الفاظ کو دو دو بار جبکہ اقامت کے الفاظ کو ایک ایک بار پڑھنے کا جو رواج تھا اُسکے فلسفہ
سے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں حضرت امام مالک نے فرمایا کہ اس سلسلہ
میں اہل مدینہ کے صحابہ کرام و تابعین کے عمل کے سوا کوئی قطعی دلیل ہمیں نہیں پہنچی ہے
ہم نے اہل مدینہ کے اہل علم صحابہ و تابعین کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے کہ وہ اذان کے
الفاظ دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار پڑھتے آئے ہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی صحیح حدیثوں کے مطابق کافی سے زیادہ مجتہدین
صحابہ و تابعین کرام بدن سے خون بہنے کو ناقص وضوء نہیں سمجھتے تھے کیا حنفی المذہب ائمہ

دین وسلف صالحین میں سے کسی نے امام ابو حنیفہ کے اجتہاد کے برعکس ان اجتہادی مذاہب صحابہ وتابعین پر عمل کرنے کو جائز سمجھا ہے؟ جب ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے تو پھر پیش نظر مسئلہ میں باغی حنفی بننے کا کیا جواز ہے؟

ایک اور اشتباہ کا جواب:۔

اس سلسلہ میں کچھ ایسے اماماں مساجد واصحاب محراب ومنبر ہم نے دیکھے ہیں جو اصل مسئلہ کو سمجھتے ہیں اور حنفی مذہب کے پیروکار ہونے کے ناطے اس پر عمل بھی کرنا چاہتے ہیں لکن اس حوالہ سے گردوپیش پھیلی ہوئی جاہلانہ باد مخالف کا مقابلہ نہیں کرسکتے ہیں۔ تبلیغ کرکے انہیں اطمینان نہیں دلا سکتے ہیں اور جہالت کے گھڑے سے نکال کر انہیں مذہب کے اُجالا میں نہیں لاسکتے ہیں تو اپنی عاجزی وناتوانی کو وجہ جواز بنا کر کہتے ہیں کہ جب اکثریت کو سمجھا کر ہم راہ راست پر نہیں لاسکتے ہیں تو ان کی مخالفت کیوں کریں جب کہ مخالفت کرنے میں اپنا ہی نقصان ہے کہ اکثریت کی نگاہ میں آدمی جدید مسئلہ کا داعی مشہور ہو کر بدنام ہوجاتا ہے۔ ایسے میں اکثریت کا ساتھ دینے میں ہی عافیت ہے یا کم از کم خاموشی اختیار کیجائے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ بہانہ اُن کی بے علمی، اسلامی تبلیغ کی فرضیت واہمیت سے غفلت اور بزدلی کا نتیجہ ہے کہ اصل مسئلہ کو سمجھنے کے باوجود اسکی تبلیغ کرنے کی جرات نہیں کرپاتے اور مذہب حنفی کے دعویداروں کو اُن کے اپنے امام کا قول ومذہب دیکھا کر قائل کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے اور اُن کو خود اُن ہی کے امام کی پھیلائی ہوئی روشنی دیکھا کر تقلید شخصی کے منافی عمل سے اگاہ کرنے کی شرعی مسئولیت

سے محروم ہو کر خاموشی اختیار کرنا اُن کے منصب مذہبی سے ہرگز میل نہیں کھاتا اور اِن کا یہ کردار بانی اسلام رحمت عالم ﷺ کے فرمان؛

''الامام ضامن ''یعنی ائمہ مساجد اپنے مقتدیوں کی نمازوں کے ضامن ہیں کہ انہیں نمازوں کے متعلقہ مسائل کی تبلیغ و تربیت دیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۵ کتاب الصلوٰۃ، فصل الاذان کے بھی منافی ہے کیونکہ اللہ کے رسول بانی اسلام رحمت عالم ﷺ نے اس حدیث میں امامان مساجد کو اپنے مقتدیون کے نمازوں کا ضامن قرار دیا ہے جس سے عہدہ برآء ہونے کی واحد صورت یہی ہے کہ وہ مسائل و آداب صلوٰۃ سے نہ صرف انہیں آگاہ کریں بلکہ شرائط و ارکان، واجبات و مستحبات کی تبلیغ کرنے کیساتھ نماز کے فساد و مکروہ اور خلاف آداب اعمال و حرکات سے بھی بچنے کی انہیں تعلیم دیں لکن مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ امامان مساجد و اصحاب محراب و ممبر حضرات کی غالب اکثریت لوازمات محراب و ممبر کے حوالہ سے اپنی اِن ذمہ داریوں سے غافل ہے اس سلسلہ میں ہمارا ذاتی تجربہ و مشاہدہ یہ ہے کہ امامان مساجد اپنی ذمہ داری کو نمازوں کی امامت کرانے تک محدود سمجھ رکھا ہے جبکہ مقررین و مبلغین کا انداز بیان عوام کو خوش کرنے کیلئے اُن کے نفسیات کے مطابق ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے ایسے میں عوام کو اُن کی نمازوں، اجتماعی عبادات اور معاشی و معاشرتی مسائل و احکام کی مذہبی رہنمائی کرنے والے کون ہوں گے؟ الی اللہ المشتکی:

ایک اور مغالطہ کا جواب:۔

اس مسئلہ سے متعلق انجانے میں خلاف مذہب اقامت کے شروع سے ہی

کھڑے ہونے والے کچھ اماماں مساجد و خطباء کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود اس مسئلہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ اقامت کے شروع سے ہی کھڑا ہونا حنفی مذہب میں خلاف مستحب ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام پر لازم ہے کہ اقامت سنکر مصلی پر آجائے یہ حضرات اپنے اس موقف پر فتاویٰ دارالعلوم دیوبند اور فتاویٰ رشیدیہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اُس میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ جس شخص کا دماغ درست ہوگا اور عربی عبارات کو سمجھ کر پڑھنے کی ذرہ برابر صلاحیت ہوگی یا فقہ حنفی کی کتابوں کیساتھ کچھ مناسبت ہوگی تو وہ ایسی مہمل بات کبھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔ جائے تعجب ہے کہ فقہاء احناف نے تو نماز باجماعت کے مستحبات وآداب کا مستقل عنوان قائم کر کے اُس کے تحت دیگر مستحبات کی طرح ہی حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو بھی ذکر کیا ہے۔ مشتی نمونہ از خروارے تنویر الابصار کی اس عبارت پر "وَلَها آدابُ نظرهُ إلى موضع سجودِهِ حال قيامه وامساکُ فمه عند التثاؤب واخراجُ كفيْهُ من كمِه عند التكبيرِ ودفع السُعَال ما ستطاع والقيامُ حين قيل حيَّ على الفلاح ان كان الامامُ بقرب المحراب والا فيقوم كُلُ صَفِ ينتهي اِليه الايمامُ على الاظهر" پر سرسری نظر ڈالنے والا شخص بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ فقہاء کرام کی یہ عبارت امام کو مصلی پر آنے کا وقت بتانے کیلئے نہیں بلکہ نماز باجماعت کے آداب و مستحبات بتانے کیلئے لائی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی اس ظاہر الروایت کی تشریح کرتے ہوئے کنز الدقائق اور نور الایضاح سے لیکر فتاویٰ درالمختار، فتاویٰ عالمگیری، البدائع

والصنائع اور فتاویٰ شامی تک سب نے اسے نماز با جماعت کے آداب و مستحبات کے
سلسلہ میں ہی سمجھ کر اُس کے مطابق تشریح کی ہیں ایسے میں ان اماماں مساجد کی یہ توجیہ
جنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور ان حضرات کا فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے
استدلال کرنا بھی ایک اندھے کا دوسرے اندھے کو پیشوا بنانے سے مختلف نہیں ہے
میرے ذاتی تجربہ کے مطابق اس خطہ کے مسلمانوں میں غیر مذہبی باتوں کے مروج
ہونے، اسلاف کے نقش قدم سے منحرف ہونے اور اہل اسلام کے مابین مذہبی
اختلافات و جھگڑا بندیوں کی موجودہ روش کی اصل ذمہ دار فتاویٰ دارالعلوم دیوبند،
فتاویٰ رشیدیہ اور تقویۃ الایمان و تحذیر الناس جیسی کتابیں ہیں جب تک اس قسم کی کتابیں
وجود میں نہیں آئی تھیں تب تک مسلمانوں میں کوئی اختلاف تھا نہ مذہبی جھگڑے نہ
دیوبندی و بریلوی نہ اعتقادی فساد نہ عملی بگاڑ خرابی بسیار کے بعد اب بھی اگر ان
کتابوں کو گلے کا ہار ماتھے کا جھومر بنانے والے حضرات اپنے ہی مکتبہ فکر کے مردِ حق
شناس مولانا عامر عثمانی مرحوم مدیر اعلیٰ ماہنامہ تجلی دیوبند کے مشورہ پر عمل کر کے ان سب
کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دیں اور اعلان کریں کہ ان کے مندرجات اسلامی
تعلیمات کے خلاف ہونے کی بناء پر آگ لگانے کے ہی قابل تھے تو میں یقین سے کہتا
ہوں کہ دیوبندی و بریلوی کے حوالہ سے بنیادی اختلاف ہی ختم ہو جائیگا۔ فریقین کے
سنجیدہ حضرات ایک دوسرے کے قریب آ جائیں گے ایسے میں غیر ضروری اور فروعی
مسائل کو موضوع بحث بنا کر اختلاف کی آگ سلگانے والے سفلہ و جہلا کی اپنے آپ
ہی حوصلہ شکنی ہو کر اہلسنت و جماعت حنفی المذہب کہلانے والے دونوں فریقوں میں

حقیقی اتحاد و یگانگت کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ ہم نے جب سے اس اشتباہ میں مبتلا حضرات کی اس غیر حقیقی توجیہ فتاویٰ رشیدیہ و دیوبند کا حوالہ سنا تو دونوں کو دیکھا اول الذکر میں مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی کے صفحہ ۱۸۵ پر سوال نمبر ۲۱۶ بعنوان امام کے مصلی پر آجانے کے وقت تکبیر شروع کی جائے یا اُسکی عدم موجودگی میں بھی جائز ہے؟ کے جواب میں بطور سوال گندم جواب چناں فقہاء احناف کی مذکورہ عبارت کو نقل کیا گیا ہے یعنی سوال کرنے والے کے سوال کا اس عبادت کیساتھ کوئی تعلق ہے نہ یہ عبارت اُسکا جواب بن سکتی ہے۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی بھی سنجیدہ انسان جو فقہاء احناف کی اس مشہور عبارت کے پس منظر سے واقف ہو بحالت سلامتی عقل وحواس اِسے پڑھے اور فتاویٰ دیوبند کے مذکورہ حوالہ کے مطابق اُس میں مذکورہ سوال نمبر ۲۱۶ کے جواب کے طور پر اس سے اخذ کیے گئے مفہوم و مطلب پر غور کریں تو سوال گندم جواب چنہ کے سوا کچھ اور محسوس نہیں کریگا کھوار زبان میں ایسے ہی بے محل استدلال کو ڈوگھکیری خورہ لوٹی کہتے ہیں یعنی چکی مشرق میں ہے جبکہ گندم مغرب میں تو پسائی کیونکر ممکن ہو۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی یہی ایک غلطی نہیں ہے بلکہ موجودہ کرنسی نوٹوں کو مال سے نکال کر انہیں اُن پر لکھی ہوئی رقم کی رسید قرار دینا' جیسے صفحہ ۳۲۸ پر ہے، شادیوں میں بینڈ باجا کی اجازت دینے والوں کو کافر، گمراہ و فاسق کہنے کیساتھ اس عمل کو حرام قطعی قرار دینا' جیسے صفحہ ۲۶۷ پر موجود ہے اور روزہ کی حالت میں ڈرپ وانجکشن لگا کر اس کے ذریعہ جسمانی توانائی حاصل کرنے والوں کا روزہ نہ ٹوٹنے جیسے سینکڑوں

غیر حقیقی، اسلام اور فقہ حنفی کے متضاد ترجیحات و تحریرات سے بھری پڑی ہوئی ہیں۔

کیا کوئی سنجیدہ انسان فتاویٰ دارالعلوم دیو بند کی ان باتوں پر عمل کر کے موجودہ کرنسی نوٹوں کو شرعی مال و عرفی ثمن سے خارج سمجھ کر ان میں خلاف شرع تصرفات کرنے کی جسارت کر سکتا ہے؟ یا روزہ کی حالت میں ایک ہزار سی سی کا ڈرپ لگا کر جسمانی توانائی حاصل کر کے بھی روزہ کے نہ ٹوٹنے کا قول کر سکتا ہے؟ یا شادیوں میں مروجہ بینڈ باجہ بجانے کو حرام قطعی کہکر اسکی اجازت دینے والوں کو کافر و گمراہ و فاسق قرار دینے کی ہمت کر سکتا ہے؟ یا فتاویٰ رشیدیہ پر عمل کر کے رحمۃ للعلمین ہونے کو آنحضرت رحمت عالم ﷺ کی صفت مختصہ ہونے سے انکار کرنے کو گوارا کر سکتا ہے؟ یا زاغ معروف یعنی کوا جیسے مردار خور حرام جانور کو حلال کہکر اسکے کھانے کو ثواب کہنے کی جرات کر سکتا ہے؟ ھلمّ جرا یعنی اس قسم قابل شرم غیر اسلامی باتوں کی طویل فہرست کو ان باعث فتنہ و فساد اور متنازعہ کتابوں کے صفحات میں دیکھتے جا حیرانگی کے دریا میں ڈوبتے جا۔

نماز باجماعت کے آداب و مستحبات کے سلسلہ میں حی علی الصلوٰۃ کے بعد صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کے شرعی حکم کے برعکس شروع سے ہی کھڑے ہونے کو ثواب تصور کر کے جملہ فقہاء اسلام و سلف صالحین کی مخالفت کرنے والے کچھ اصحاب محراب و منبر حضرات کو لاحق ہونے والا۔

آخری اشتباہ اور اسکا ازالہ:

اس سلسلہ میں بعض حضرات کو در مختار اور طحطاوی حاشیہ درالمختار کی عبارت

سے مغالطہ ہوا ہے درمختار کے حوالہ سے ان کا کہنا یہ ہے کہ فتاویٰ درمختار کتاب الصلوٰۃ

میں آداب و مستحبات صلوٰۃ کا مستقل باب باندھ کر اُسکے تحت جن پانچ مسائل کو ذکر کیا

گیا ہے اُن میں سے ایک حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا مسئلہ بھی ہے اُن کے متعلق

درمختار نے لکھا ہے کہ ان پر عمل نہ کرنے سے اسائت لازم اتی ہے نہ شارع

کیطرف سے سرزنش۔

جب اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں اسائت و سرزنش لازم نہیں آتی تو

حصول ثواب کی غرض سے اس پر زیادہ زور نہ دینا چاہیے بلکہ اسکے مقابلہ میں اُن

مسائل کا زیادہ خیال کرنا چاہیے جن پر عمل نہ کرنا اسائت و سرزنش کے موجب ہو جیسے

صفوں کو برابر کرنے کا مسئلہ ہے کہ سنت موکدہ ہونے کیوجہ سے اس پر عمل نہ کرنے

سے اسائت و سرزنش لازم آتی ہے اور لوگ اپنی کمزوریوں کیوجہ سے حی علی الفلاح

پر کھڑے ہونے کے بعد صفوں کو برابر نہیں کر سکتے ہیں لہذا تسویہ الصفوف کی شرعی تاکید

پر عمل کرنے کی خاطر اس استحبابی حکم کو چھوڑ کر شروع سے کھڑے ہونے کا جواز پیدا ہوتا

ہے اور طحطاوی حاشیہ درمختار کے حوالہ سے انہیں لاحق ہونے والے اشتباہ کا خلاصہ یہ

ہے کہ حاشیہ طحطاوی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا یہ

مسئلہ مذہب شافعی و حنبلی کے برعکس اقامت کے ختم ہونے تک بیٹھے رہنے سے احتراز

ہے یعنی مذہب شافعی وغیرہ کیطرح حی علی الفلاح کے بعد بھی بیٹھے نہ رہے جسکا

واضح مطلب یہ ہے کہ اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے

۔

جواب:۔ اس اشتباہ کے اول حصہ جو در المختار کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے دین میں جتنے بھی احکام ہیں اُن کیلئے جدا جدا اوقات بھی مقرر کیے جا چکے ہیں شریعت کی طرف سے مقرر کردہ اوقات کو تبدیل کرنے یا ایک کا وقت دوسرے کو دینے کا حق کسی اور کو نہیں پہنچتا اس سلسلہ میں گذشتہ صفحات میں موطا امام محمد، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتابوں کے حوالہ سے ہم بیان کر آئے ہیں کہ مذہب حنفی کے مطابق صفوں کو برابر کرنے کا وقت حی علی الفلاح کے بعد شروع ہوتا ہے اور صف بندی کیلئے کھڑے ہونا بھی عبادت ہے جسکے لئے جملہ فقہاء احناف کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کے بعد کا وقت مقرر ہے ایسے میں تسویہ الصفوف کی سنت موکدہ کا بہانہ کر کے اُسکا وقت تبدیل کرنے کا حق ان حضرات کو کس نے دیا ہے؟ ظاہر ہے کہ پسند نفس کے سوا کوئی اور شرعی وجہ اسکی موجود نہیں ہے جو شریعت کی نگاہ میں قابل قبول ہو سکے لہذا یہ توجیہ وعمل نفسانی اشتباہ ہونے کی بناء پر بدعت فی المذہب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے نیز یہ کہ سنت موکدہ کی خاطر مستحب کو ترک کرنے کا فتویٰ وہیں پر درست ہو سکتا ہے جہاں پر ان دونوں کی بجا آوری ممکن نہ ہو سکے یا مستحب پر عمل کرنا ترک سنت کو مستلزم ہوتا ہو جبکہ یہاں پر ایسا نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر اُن کے اپنے اپنے مقررہ اوقات کے مطابق آسانی کیساتھ عمل کیا جا سکتا ہے نیز یہ کہ اس اُلٹی منطق کی اگر گنجائش ہوتی تو سلف الصالحین میں سے کوئی تو اس پر عمل کر چکا ہوتا یا کسی کتاب میں اسکا وجود ہوتا یا کم از کم ائمہ احناف متفقہ طور پر اپنی کتابوں میں شروع سے کھڑے ہونے کو نماز با جماعت کے آداب کے منافی قرار نہ دیتے ہوتے۔

اشتباہ کے دوسرے حصہ جو طحطاوی حاشیہ درالمختار کے حوالہ سے ہے کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار سے جملہ فقہاء احناف کے اس متفقہ فتویٰ کے خلاف استدلال کرنا ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی بے وقوف شخص ایک با کمال پہلوان کا مقابلہ کرنے کیلئے کسی نومولود بچے سے مدد مانگے یہ اسلئے کہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ درمختار کے اندر دو مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے اولاً جلد اول صفحہ ۱۸۹ پر باب الاذان والاقامت کی بحث میں ثانیاً جلد اول صفحہ ۲۱۵ پر آداب الصلوٰۃ کی بحث میں ان دونوں مقامات پر کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے گیارہ سو صدیوں سے جملہ فقہاء احناف کے مابین اس متفقہ فتویٰ کی مخالفت کی ہو یا اُس کی کمزوری و غلطی کی نشاندہی کی ہو یا اُسکے برعکس نظریہ قائم کیا ہو۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔

قارئین کی تسلی کیلئے ان دونوں مقامات کی عبارات یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ہر صاحب علم کی نگاہ میں اصل صورتحال واضح ہو سکے۔ باب الاذان والی عبارت یہ ہے؛

"لم يُبَيِّن حكمه والظاهرُ انه مندوب وَفيه ان قيامه تهيء للعبادة فلا مانع منه"

یعنی درالمختار نے اپنے اس فتویٰ کہ اقامت ہوتے وقت کوئی نمازی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بھی بیٹھ جائے کا شرعی حکم بیان نہیں کیا کہ بیٹھنے کا کیا حکم ہے، آیا سنت ہے یا مستحب تو ظاہری حالات سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اسکے لئے استحباب کا حکم

ہے یعنی کھڑے ہو کر انتظار کرنا خلاف اولی یا خلاف استحباب ہے اور اس پر کسی مخالف کی طرف سے یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ بیٹھے بغیر کھڑے ہو کر انتظار کرنا چونکہ عبادت کیلئے تیاری کی غرض سے ہے لہذا اس سے کوئی مانع شرعی نہ ہونا چاہیے جبکہ فقہاء احناف کے نزدیک ایسا کرنا استحباب کے منافی وممنوع ہے۔

آداب الصلوۃ والے مقام کی عبارت یہ ہے: "والظاهر انه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لو قام اول الاقامة لا باس ولیحرر" یعنی تنویر الابصار کی عبارت "والقیامُ حِین قِیل حَیَّ علی الفلاح" سے ظاہری مراد یہی معلوم ہو رہی ہے کہ شافعی وغیرہ مذاہب میں تکبیر کو آخر تک بیٹھ کر سننے کا جو حکم ہے یہ عبارت اُس سے احتراز ہے کہ تکبیر کے ختم ہونے تک بیٹھ نہ جائے بلکہ حی علی الفلاح پر صف بندی کیلئے کھڑے ہوں۔ اس صورت میں اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے سے یہاں پر کوئی احتراز نہیں ہے لہذا اگر اقامت کے شروع سے ہی کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو اس پر کوئی سختی نہیں ہے۔ اس نکتے کو لکھا جائے۔

اس عبارت میں محشی نے تین باتیں بتائی ہیں؛

اول یہ کہ فقہ حنفی کی ظاہر الروایت کے مطابق حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو نماز با جماعت کے ادب میں جو ذکر کیا گیا ہے یہ اس مقام پر بھی دوسرے اختلافی مسائل کے حوالہ سے مذہب شافعی وغیرہ سے احتراز بتانے کی طرح ہی حی علی الفلاح کے بعد بھی بیٹھے رہنے سے احتراز ہے کیونکہ احتراز ہمیشہ اُس قول وعمل سے کیا جاتا ہے جو کسی اور کا مذہب وقول ہو۔ اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو مستحب جانتے

یا اُسے مذہب بنانے کا قائل کوئی نہیں ہے لہذا اُس سے احتراز کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا بخلاف اقامت کے اختتام تک بیٹھے رہنے کے استحباب کا جو امام شافعی سے لیکر دوسرے اماماں مذاہب تک سب کا قول و مذہب ہونے کیوجہ سے ضرورت تھی کہ اُس سے احتراز بتایا جاتا جو فقہ حنفی کی اِس مشہور عبارت میں بتایا گیا ہے۔

دوم یہ کہ احتراز عن التاخیر لا التقدیم کے نتیجہ میں اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کا حکم جو مسکوت عنہ کے درجہ میں رہ گیا ہے کہ اُس کا جواز و عدم جواز اور حرمت و کراہت وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ''حتی لو قام اول الاقامۃ لا باس'' کے جملے میں اُسکی وضاحت کردی کہ وہ خلاف اولی، ترک مستحب یا نماز با جماعت کے آداب کے خلاف ہونے کے علاوہ کوئی اور ایسا گناہ نہیں ہے جس پر سختی کیجا سکے یعنی ایسے کرنے والے حرام، مکروہ تحریم یا اسائت کے مرتکب نہیں ہیں جن پر باس ہو یعنی سختی کیساتھ منع کرنے کا حکم ہو بلکہ اداب صلوٰۃ کے مستحب عمل کے ثواب سے اپنے آپکو محروم کرنے کے سوا کوئی اور سخت حکم ان پر لاگو نہیں ہے۔

سوم یہ کہ ولیحور کہہ کر اس بات کیطرف اشارہ کر دیا کہ فقہ حنفی کا یہ مشہور مسئلہ شروع سے ابتک (جو امام ابو حنیفہ سے لیکر محشی طحطاوی تک) اکثر کتابوں میں موجود ہونے کے باوجود کسی اور شارح و محشی نے قید احترازی کے اس نکتہ کی طرف توجہ نہیں کی ہے لہذا چاہیے کہ طالبان علم و فقہ اسے تحریر کرکے زاویہ ذہن میں محفوظ رکھیں۔

باب الاذان والی عبارت کا بھی یہی حال ہے کہ محشی طحطاوی نے اُس مقام

پر بھی مذہب حنفی کے عین مطابق سب سے پہلے قیام عند حی علی الفلاح کی شرعی حیثیت بتا
دی کہ یہ نماز باجماعت کے آداب میں سے ہونے کی بنیاد پر مستحب ومندوب ہے۔
اس کے بعد "وفیہ ان قیامہ تھیؤ للعبادۃ فلا مانع منہ" کہہ کر تحقیق مقام کی
غرض سے فقہاء احناف کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اگر کوئی جدید مذہب والا بدعتی
شخص اپنی خواہش نفس کو شریعت قرار دیتے ہوئے یہ اعتراض کرے کہ اقامت کے
شروع سے ہی صف بندی کیلئے کھڑا ہونا' عبادت کی تیاری ہے جو کار ثواب ہے۔ ایسے
میں فقہاء احناف وشوافع وغیرہ مجتہدین کا اسے خلاف ثواب وخلاف ادب قرار دینے کا
کیا جواز ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب تلاش کرنا بھی فقہاء احناف وشوافع پر لازم ہے۔
میری فہم کے مطابق اس کا جواب یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے مخالف کی طرف سے یہ کہنا
کہ اقامت کے شروع سے ہی صف بندی کیلئے قیام کرنا' عبادت کی تیاری اور کار ثواب
ہے محض مغالطہ یا خلاف حقیقت اشتباہ ہے کیونکہ عبادت وہ ہوتی ہے جو منشاء شارع کے
مطابق ہو۔ صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کیلئے مقررہ وقت سے پہلے قیام کرنا فرمان
شارع "لاتقوموا حتی ترونی" الحدیث کی کھلی خلاف ورزی ہونے کی بناء پر
عبادت ہرگز نہیں کہلائے گا بلکہ عبادت کے نام پر وسوسہ ہے، نماز باجماعت کے آداب
کے منافی بدنظمی ہے، جملہ اسلاف کے خلاف نفسانی قیاس آرائی اور مرفوع حدیث
"من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد" کا مظہر ومصداق اور بدعت
مردودہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

جملہ اسلاف کے خلاف کج فہمی کی بد ترین مثال

یہیں پر ہمیں البوادر والنوادر کے مصنف (اشرف علی تھانوی) جیسی متنازعہ شخصیت کی کج فہمی پر افسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار میں "لو قام اول الاقامة لا باس" کی بے غبار عبارت سے جملہ اسلاف کے برعکس خلاف حقیقت مطلب لیکر ناپختہ امامان مسجد کو اور نیم خواندہ علماء کو بدعت فی المذہب کی راہ پر ڈال دیا۔ مذہب حنفی میں اشتباہ پیدا کر کے التباس الحق بالباطل کر دیا۔ حنفیت کے نام پر مذہب حنفی کو پامال کیا اور بے گناہ محشی (سید احمد طحطاوی الحنفی) جیسے بے داغ حنفی عالم کو امام ابو حنیفہ کے مد مقابل بنا کر مفت میں بدنام کر دیا' فالی اللہ المشتکی۔

اتنا بھی نہیں سوچا کہ مصنف نے "لا باس" کہہ کر بات صاف کر دی کیونکہ کلمہ لاباس فقہاء کرام کے نزدیک وہیں پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں پر اسکے مد مقابل مستحب ومندوب ہو اسلئے کہ باس کے معنی شدت وسختی کرنے کے ہیں جیسے حرام ومکروہ تحریم یا اسائت کے ارتکاب کرنے والوں کو منع کرنے کیلئے شرعی احکام کے مطابق سختی کرنے کا جواز ہے بخلاف مندوب ومستحبات کے ترک کرنے والوں کے کہ ان پر شدت وسختی کرنے کا جواز نہیں ہے بلکہ انہیں مستحب پر عمل کر کے ثواب پانے کی ترغیب دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ محشی طحطاوی نے بھی یہاں پر جملہ فقہاء کرام کے عین مطابق قیام عند حی علی الفلاح کے استحبابی حکم کی خلاف ورزی کر کے اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے والوں کو ترک مستحب اور نماز باجماعت کے آداب کے منافی عمل کا مرتکب قرار دیکر لاباس کہا ہے یعنی شروع سے کھڑے ہونے والے

اگر چہ ترک مستحب کر رہے ہیں، نماز باجماعت کے آداب کے خلاف ورزی کر رہے ہیں اور مندوب کے ثواب سے اپنے آپکو محروم کر رہے ہیں، بایں ہمہ وہ فعل حرام یا مکروہ تحریم کا ارتکاب نہیں کر رہے تا کہ اُن پر شدت وسختی کر کے منع کیا جائے بلکہ خلاف ثواب کرنے کی وجہ سے لا بــاس ہے کہ شدت وسختی کی بجائے نرمی کے ساتھ انہیں سمجھانا چاہیے کہ مستحب کے ثواب سے خود کو محروم نہ کریں۔

فقہاء کرام کی اصطلاح میں کلمہ لا بــاس کے مذکورہ محل کے حوالہ کیلئے فتاوی شامی کو دیکھا جائے جسمیں لکھا ہوا ہے (لانّ لـفـظ لابـاس دلـيـل عـلـى ان المستحب غيرهُ لانّ الباس الشدة" جلد اول صفحہ 486

لیکن ہمیں افسوس ہو رہا ہے کہ بزرگان دین کے کلام سے غیر حقیقی معانی ومطالب اخذ کر کے التباس الحق بالباطل کیا جا رہا ہے اسکے علاوہ محشی طحطاوی علی الدر المختار کے اس بے غبار مقصد ومراد پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی دوسری تصنیف (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح) کے اندر اس مسئلہ کی وہی تشریح کی ہے جو جمہور ائمہ احناف سے ثابت ہے۔

حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح صفحہ ۱۵۱ بحث آداب الصلوۃ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں لکھا ہے: (و اذا اخــذ الـمؤذنُ فِی الاقامتِ وَ دَخلَ رَجلُ المَسجدَ فَاِنّہُ یَقعُدُ وَلا یَنتَظِرُ قائماً فَاِنّہُ مکـروہٌ کَمَا فی المُضمَرات قهستانی ویُفهَمُ مِنہُ کراهةُ القِیَامِ اِبتداءَ الاقامۃِ والناسُ عنہُ غَافِلُون)

خلاصہ مطلب یہ کہ اقامت کی ابتداء سے ہی صف بندی کیلئے کھڑے ہونے کی کراہت کا مسئلہ جملہ احناف کے نزدیک متفقہ ہونے کے باوجود حنفی کہلانے والے اس سے غافل ہیں جنہیں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

ایک اور شرمناک توجیہ کارد:

سید احمد طحطاوی الحنفی کو اس مسئلہ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ کے مدمقابل لانے اور اس کے کلام کو جملہ فقہاء احناف کے خلاف من گھڑت محمل پر محمول کرنے کی کج روی کیطرح ہی ایک اور شرمناک توجیہ اس قسم کے حضرات یہاں پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید احمد طحطاوی کی ان دونوں کتابوں میں اس مسئلہ کے حوالہ سے تضاد ہے اور حاشیہ درالمختار چونکہ حاشیہ مراقی الفلاح کے بعد کی تصنیف ہے لہذا اس میں جو لکھا ہوا ہے وہی اُنکے بعد التجر بہ آخری عمر کی عمیق تحقیق کا نتیجہ و پسند اور درست ہے لہذا اسکے مقابلہ میں طحطاوی علی مراقی الفلاح پر عمل نہیں کیا جا سکتا' لاحول ولا قوۃ الا باللہ ثم لا حول ولا قوۃ الا باللہ' اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ

"ان یقولون الا کذبا" یعنی نرا جھوٹ بول رہے ہیں۔ مصنف پر بہتان باندھ رہے ہیں اور حق کیطرف رجوع کرنے سے بے توفیق ہو کر خلاف حقیقت الکل پچوں اُڑا رہے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں البوادر والنوادر کے ہندی مصنف کی اس کج فہمی پر ایمان لا رہے ہیں ورنہ درحقیقت مصنف مرحوم نے بقلم خود حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار کے خطبہ میں لکھا ہے کہ یہ اُسکی ابتدائی عمر اور زمانہ طالب علمی میں لکھی ہوئی تحریرات کا مجموعہ ہے خاص کر اُس وقت سے جب اُن ایام کے

ماحول کے مطابق تحقیق بعد التحقیق کی غرض سے درالمختار کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا تھا

۔حوالہ کیلئے اُن کے اپنے الفاظ پر غور کیا جائے' حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار جلد اول صفحہ

اول مطبوعہ بیروت میں فرماتے ہیں:

"وَکتبتُ اِلَی قریبٍ مِن بابِ المَسحِ علی الخفینِ وَاَهملتُها

فلما اَرادَ الله تعالی بقراءتی هذا الکتابَ ثانیاً شرعتُ مُعتمِداً علی

الله تعالیٰ فی اِتمامِها وَتسهیلِ مَرَامِها" یعنی حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار کو

باب المسح علی الخفین تک میں نے پہلے لکھ کر چھوڑ دیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے درالمختار کو

دوبارہ پڑھنے کی توفیق سے مجھے نوازا تب میں نے اُسے پورہ کرنے اور اُسکے مقاصد

کو آسان کرنے میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے دوبارہ لکھنا شروع کیا۔

نوٹ:۔ موجودہ مدارس اسلامیہ کی گوداموں تعلیم کے مروج ہونے سے قبل

تعلیم کی پختگی اور اُسکے طریقہ کار کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ ہر فن کی کسی ایک بنیادی کتاب کو

متعدد بار پڑھا جاتا تھا اور ہر بار پڑھنے میں جدید سے جدید نکات و معلومات کا

استفاضہ کیا جاتا تھا جسکے نتیجہ میں اُس فن کی دیگر کتابوں کے مندرجات کو آسانی کیساتھ

سمجھنے کی توفیق میسر ہوتی تھی ۔اس سلسلہ میں جیسے سید احمد طحطاوی نے حاشیہ الطحطاوی علی

الدر المختار کے خطبہ میں درالمختار کو دوبار پڑھنے کا انکشاف کیا ہے اسی طرح الشیخ محمد امین

ابن عابدین نور اللہ مرقدہ الشریف نے بھی فتاوی شامیہ کے مقدمہ میں انکشاف کیا ہے

کہ اُنھوں نے بھی درالمختار کو دوبار پڑھا تھا۔

میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی یہ ہے کہ کسی فن کی درجنوں کتابوں کو سرسری نظر سے

پڑھنے کی رسمی مشق کرنے کی بجائے ایک کا حق ادا کرکے پڑھنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اسکے ساتھ ماحول کے علمی ہونے اور استاذ کی صحبت کا فیض رساں ہوتے ہوئے بھی سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پڑھانے والے استاذ کتاب کی تابعداری کرنے کی بجائے فن کی تابعداری کریں یعنی متعلقہ فن پر اتنا عبور ومہارت حاصل ہو کہ پڑھائی جانی والی کتاب کو اُسکا تابع وحصہ اور اُسکے اصول وضوابط کے ماتحت سمجھ کر پڑھائے۔ اب بھی اگر خوش قسمتی سے متلاشیان علم کو یہ گوہر نایاب میسر آجائے تو سید احمد طحطاوی، محمد امین ابن عابدین، ابن نجیب اور غزالی ورازی جیسے عبقری العصر پیدا ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے دینی مدارس کے موجودہ مایوس کن حالات میں اسطرح کا ماحول پیدا ہونے کی امید دور دور تک کہیں نظر نہیں آرہی جسکے نتیجہ میں اسلاف کی صحیح عبارات کا غلط محمل بیان کرنے، ان کی عملی مخالفت کرنے اور بدفہمی وکج روی کی چال چلنے کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ تو ان مدارس کے شروعات اور ان سے فارغ تحصیل ہونے والے سربرآوردہ سپوتوں کا حال ہے کہ کلمہ "لا باس" کے صحیح محمل کو سمجھنے سے بھی قاصر رہے، تحقیق مقام کی غرض سے اسلاف کی کتابوں میں لائی گئی عبارت کی تمیز بیان مقصد کیلئے لائی گئی عبارت سے کرنے کی توفیق سے عاجز رہے اور زمانہ طالب علمی کی ناپختہ کاری کے ایام کی لکھی ہوئی تحریروں کی تمیز، پختہ کاری کے ایام کے تحریروں سے کرنے کی توفیق سے محروم ہوکر محض اٹکل پچوں اڑا کر اول کو آخر اور آخر کو اول قرار دیکر تاریخی غلطی کا ارتکاب کیا تو اُنکے بعد والی پیداوار وامافر کا کیا ہی کہنا۔ اسلئے میں کہا کرتا ہوں کہ موجودہ مدارس اسلامیہ میں گو دائی تعلیم کا مروج

ہونے اور اسکی پیداواری بہتات کی ریل پیل ہونے سے پہلے علماء دین بہت کم تھے جبکہ علم دین بہت زیادہ تھا لکن اب ان مدارس کی کثرت کے نتیجہ میں علماء دین بہت ہورہے ہیں جبکہ علم دین روز بروز کم ہوتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ موجودہ مدارس اسلامیہ کے جملہ علماء کرام کا مبلغ علم ملکر بھی ایک یار محمد بندیالوی، ایک فضل حق خیر آبادی یا ایک احمد رضا خان بریلوی، ایک ابن عابدین شامی کو نہیں پہنچ سکتا ہے جس پر دلیل کیلئے یہی ایک المیہ کافی ہے کہ اسلاف کی عبارات کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے، کج فہمی کیوجہ سے اُن بے گناہوں کو جملہ اسلاف سے منحرف مشہور کر کے اُنکی کردار کشی کیجا رہی ہے اور کلمہ "لاباس" کے متداول ومشہور بین الفقہا معنی (شدت وسختی) کا ترجمہ "پاک نہیں ہے" کے غیر حقیقی معنی میں لیکر خلاف مذہب عمل کو مروج کرنے کی راہ ہموار کیجارہی ہے۔ اس المیہ پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو سمیٹنے سے پہلے اسکی اصل بنیاد یعنی "لا تقوموا حتی ترونی" الحدیث کا پس منظر واضح کروں۔

صاف بات ہے کہ سلف صالحین اور شارحین حدیث مثل حافظ ابن حجر، محمود عینی، کرمانی، نووی، امام شرقاوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام زرقانی جیسے علماء اسلام سے زیادہ اس قسم مضطرب المتن حدیث کے مواقع استعمال کو ہم جیسے کم مایہ لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ اس قسم مسائل میں اسلاف کے پابند ہونے کی بنا پر ان کی ترجیح سے نکلنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں متعدد صحابہ کرام سے مروی ان متضاد روایات کی جو ترجیحی تشریح وتعبیر ان حضرات کی کتابوں میں موجود ہے اُس کا لب لباب

وخلاصہ مندرجہ ذیل احکام کی شکل میں ملتا ہے۔

۱:۔ کہ موذن وا قامت کرنے والا چاہے خود امام ہو یا کوئی دوسرا اُسکی شرعی ذمہ داری ہے کہ اذان کیلئے مستحب اوقات کی پابندی کرنے کیطرح اقامت کیلئے بھی مقتضاء حال کے مطابق اوقات کی پابندی کر کے مناسب وقت پر اقامت کریں۔ اسکے سوا کسی اور کو اس میں دخل اندازی کرنے کا حق نہیں ہے۔

۲:۔ اقامت کے وقت امام کی اندرون مسجد موجودگی اگرچہ بہتر ہے تاہم اگر وہ اندرون مسجد سے خارج نزدیک میں بھی کہیں موجود ہو اور موذن نے اُسکی آمد کے علم کی بنیاد پر اُسکی عدم موجودگی میں اقامت کی تب بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں دوران اقامت آمد امام خالی نہیں ہے۔ یا تو قبلہ کی جانب سے مصلی کیطرف آئیگا یا پچھلی صفوں کیطرف سے آئیگا۔ پہلی صورت میں اُسے آتے ہوئے دیکھتے ہی جملہ صفوف قیام الی تسویۃ الصفوف کے پابند ہیں اور دوسری صورت میں جس جس صف سے گذرتا ہوا آگے بڑھتا جائیگا اسی وقت اس صف پر قیام لازم ہوگا مثلاً کل آٹھ صفیں ہیں امام اقامت کے الفاظ سنکر پیچھے سے آکر آخری صف جو اُسکی آمد کے لحاظ سے پہلی صف کہلاتی ہے' سے گذر گیا تو اسی پر تسویۃ الصفوف کیلئے کھڑا ہونا بھی لازم ہوگا' ساتویں پر نہیں۔ اسی طرح جب ساتویں پر سے گذر کریگا اس وقت اس پر بھی قیام لازم ہوگا چھٹی پر نہیں۔ جب چھٹی صف پر سے گزرے گا اس وقت اس پر بھی قیام لازم ہوگا 'علی ہذالقیاس

ان سب صورتوں میں فرمان نبوی ﷺ

"لا تقوموا حتی ترونی" پر پورا پورا عمل ہو رہا ہے جسمیں مجتہدین ائمہ کے مابین قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳:۔ یہ کہ امام و مقتدی دونوں پہلے سے موجود ہیں اور امام خود اقامت کریں اس صورت میں بھی جملہ مجتہدین وائمہ دین متفق ہیں کہ کسی صف کیلئے بھی اقامت کے ختم ہونے سے قبل کھڑا ہونا جائز نہیں ہے بلکہ پوری اقامت کو بیٹھ کر سنیں اور جب اقامت ختم ہو چکی تب سب کے سب تسویۃ الصفوف کیلئے کھڑے ہوں۔

۴:۔ یہ کہ امام و مقتدی پہلے سے موجود ہیں اور اقامت کرنے والا امام کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے اس میں ائمہ دین و مجتہدین کرام کے درمیان اختلاف ہے کہ فرمان نبوی ﷺ ''اذا اُقِیمَتِ الصلوٰۃُ فلا تقوموا حتیٰ ترونی ''پر عمل اس صورت میں کسطرح ہو سکتا ہے؟ حضور اقدس ﷺ کے مبارک وقت میں اس مسئلہ کے حوالے سے ترونی کا تحقق کب ہوا کرتا تھا؟ آپ ﷺ حجرہ اقدس سے کب نکلتے تھے؟ مصلی معلی پر کس وقت تشریف فرما ہوتے تھے؟ اس سلسلہ میں کسی بھی خاص صورت پر کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے جو ''لا تقوموا حتی ترونی'' کے اوقات کو معین مشخص کرے۔ بس اسی نہ یقینی کیوجہ سے یہ حدیث محل اجتہاد ہو کر ائمہ دین و مجتہدین کرام کیلئے میدان قیاس ٹھہری جسکے نتیجہ میں صحابہ کرام سے لیکر تابعین و تبع تابعین تک کچھ اصحاب اجتہاد نے اپنی اپنی رسائی فہم کے مطابق نظریے قائم کئے جو انکا شرعی حق تھا۔ اُن میں سے ایک مذہب جمہور محدثین و مجتہدین کا ہے جسکے مطابق اقامت کے ختم ہونے کے بعد تسویۃ الصفوف کیلئے کھڑے ہونا مستحب ہے یعنی اقامت کے ختم ہونے

سے پہلے کھڑے ہونے کو وہ نماز باجماعت کے اداب واستحباب کے منافی قرار دیتے

ہیں ۔ جمہور کے مقابلہ میں حضرت امام الائمہ والمجتہدین ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ وہ اس

صورت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کو نماز باجماعت کے آداب

ومستحبات کے زمرہ میں ہونے کا قول کرتے ہیں جنکے اجاع میں جملہ علماء احناف نے

اسی کو اپنے لئے متفقہ مذہب قرار دیا ہے جبکہ حضرت امام مالک نے اس سلسلہ میں ایک

ایسا قول کیا ہے جو من وجہ جمہور کے موافق ہے اور من وجہ سب سے مختلف ہے کیونکہ

موطا امام مالک کے اندر موجود اُنکے فتوٰی کے یہ الفاظ "واما قیام الناس حین

تُقامُ الصلوٰۃُ فانی لم استمع فی ذالک بحدٍ یُقامُ له الا انی اریٰ

ذالک علی قدر طاقة الناس فان منهم الثقیل والخفیف ولا

یستطیعون ان یکونوا کرجل واحد" بتا رہے ہیں کہ جو نمازی اقامت کے ختم

ہو جانے کے بعد کھڑے ہو کر صفوں کو برابر کر کے تکبیر تحریمہ کو پکڑ سکتے ہیں اُنکے حق میں

تا اختتام بیٹھ کر اقامت کو سننا بہتر ہے' باوقار اور نماز باجماعت کے آداب کا تقاضا ہے

لکن جو حضرات اپنے ضعف جسمانی کی بنا پر ایسا نہ کر سکتے ہوں وہ شروع سے ہی

کھڑے ہو سکتے ہیں لہذا اس مسئلہ کا دارومدار ان کے نزدیک نمازیوں کی جسمانی

استطاعت پر ہے۔

۵:۔ یہ کہ اقامت شروع ہونے کے فوراً بعد کوئی شخص نماز باجماعت میں

شامل ہونے کیلئے مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ اس کے متعلق دوسرے

مذاہب میں مکمل خاموشی ہے ۔ انکے ۔ مذاہب مدوّنہ میں اسکے متعلق قطعاً کوئی جواب

نہیں ملتا جب کہ فقہ حنفی میں اس کا بھی جواب موجود ہے کہ اس کیلئے بھی حی علی الفلاح تک بیٹھنے کا حکم ہے ورنہ اگر کھڑے کھڑے انتظار کرتا رہا تو نماز باجماعت کے آداب مستحب کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا جو مکروہ ہے۔ حی علی الفلاح تک بیٹھنے کے مذہبی حکم کی مخالفت کرنے کیوجہ سے ثواب سے محروم ہوگا اور کراہت میں مبتلا ہوگا۔

نتيجة الكلام بعد التحقيق

ا:۔ مذاہب مدونہ ومعمولہ کی کتب فتاویٰ اور شروح حدیث کی سینکڑوں مجلدات سے ثابت ہونیوالے ان معلومات کی روشنی میں کسی حنفی المذہب یا شافعی المذہب جیسے مقلد کو چاہے امام مسجد ہو یا مقتدی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے مذہب وامام کی مخالفت کرے یعنی کسی شافعی المذہب کیلئے یہ روا نہیں کہ مذکورہ تصریحات میں سے چوتھی صورت کے اندر اقامت کے ختم ہونے سے پہلے قیام کرے۔ اسی طرح کسی بھی حنفی المذہب کو اسکا مذہب یہ اجازت نہیں دیتا کہ اس صورت کے اندر حی علی الصلوٰۃ سے پہلے کسی بات کا بہانہ بنا کر کھڑا ہو۔

۲:۔ اپنے اپنے مذاہب کے مطابق مقتدیوں کو تعلیم دینا، انہیں تبلیغ کرکے مذہبی تعلیمات کے مطابق نماز کے ایک ایک مسئلہ سے متعلق تربیت دیکر تیار کرنا جملہ اماماں مساجد کی شرعی ذمہ داری ہے ورنہ عنداللہ وہ ماخوذ ہونگے۔

۳:۔ اگر کوئی شخص فی الواقع جسمانی کمزوری کی وجہ سے اپنے مذہبی پیشوا کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں تکبیر اولیٰ سے رہ جانے کا خوف کرتا ہو یا سہارا کے بغیر کھڑا نہ ہو سکتا ہو الغرض کسی واقعی عذر میں مبتلا ہو تو اُسکے لئے ہر طرح کی آزادی ہے وہ

بے شک شروع سے ہی قیام کریں اس پر کوئی حرج نہیں ہوگا لیکن بغیر عذر کے ایسا کرنے والے خلاف مذہب عمل کے مرتکب ہو رہے ہیں، نماز با جماعت کے آداب کے منافی حرکت کر رہے ہیں اور نماز با جماعت سے متعلقہ ایک مستحب حکم کی خلاف ورزی کر کے اس کے ثواب سے خود کو محروم کر رہے ہیں۔ سب سے بڑی قباحت یہ کہ تقلید مذہبی کی مخالفت کرنے کے جرم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

۴:۔ اگر کوئی شخص حنفی وشافعی وغیرہ مذاہب مدونہ کی تقلید سے آزاد ہو کر یعنی مسلم من حیث انہ مسلم کے طور پر چاہے جب بھی قیام کرے اُس پر کوئی پابندی نہیں ہے اُسکے ساتھ تعرض کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے اور مسلمان ہونے کے ناطے اسے بھی اپنے نظریہ کے حوالہ سے اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا کہ ایک مقلد شافعی وحنفی کو حاصل ہے، یہی حال کسی نو مسلم کا بھی ہے۔

۵:۔ حنفی المذہب کہلانے والے وہ حضرات جو اقامت کے شروع سے ہی کھڑے ہونے کو ثواب جان کر ایسا کرتے ہیں وہ سب کے سب انجانے میں بدعت فی المذہب کے گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ خلاف اجماع کر رہے ہیں کہ اسطرح کے ثواب کا قائل اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ میں کوئی ایک امام بھی نہیں ہے۔ حضرت امام مالک نے اس مسئلہ کو نمازیوں کی جسمانی استطاعت پر جو موقوف لکھا ہے وہ بھی نفس جواز کے درجہ میں ہے ثواب جان کر نہیں لہذا کسی حنفی المذہب یا شافعی المذہب وغیرہ مقلد کا اپنے مذہب کی مخالفت کرتے ہوئے ایسا کرنا اگر ثواب جاننے کی بنا پر ہے تو خالص بدعت وممنوع فی المذہب ہے اور اگر بغیر ثواب جانے یوں ہی

رواج پرستی کی بناء پر ہے تو بدعت اگرچہ اسے نہیں کہا جاسکتا تاہم جہل محض اور مخالفت مذہبی ہونے سے خالی نہیں ہے جسکے خلاف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تبلیغ کرنا اصحاب محراب ومنبر حضرات پر لازم ہے۔

۶:۔ مذہب حنفی کے مطابق حی علی الفلاح پر اور مذہب جمہور کے مطابق اختتام تکبیر پر صف بندی کیلئے کھڑے ہو جانے کے بعد تسویۃ الصفوف کا جو شرعی وقت شروع ہوتا ہے اس میں اگرچہ کم سے کم وقت لگانا اور جلد سے جلد صفوں کو برابر کر کے نماز شروع کرنا بہتر ہے تاہم لوگوں کی بے ترتیبی کی وجہ سے اگر جلدی میں تسویۃ الصفوف نہ ہو سکے تو جب تک صفوں کی برابری پر امام کو یقین حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک نماز شروع نہ کرانا چاہیے کیونکہ ایسا کرنا خلاف سنت ہے لہذا نماز با جماعت مسنون ومستحب طریقہ سے پڑھنے کیلئے ان دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے کہ مستحب پر اسکے اپنے وقت میں عمل کیا جائے اور سنت پر اسکے اپنے وقت میں۔

اسی نکتہ کی بنیاد پر حضرات خلفاء راشدین وائمہ اطہار اہل بیت نبوت اور حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا معمول تھا کہ انکی اقتداء میں نماز پڑھنے والے خوش نصیبوں کی دور دور تک پھیلی ہوئی جم غفیر صفوں کی برابری کی انھیں جب تک خبر نہ دیجاتی اُس وقت تک وہ نماز شروع نہ کراتے۔ یہی طریقہ سیرۃ النبی ﷺ کے حوالہ سے بھی حدیث کی کتابوں میں ثابت ہے۔

۷:۔ اپنے ہمعصر ابناء جنس کے نفسیات کا تجربہ اور تقلید مذہبی کے تقاضوں سے اُن کی بے خبری کا احساس رکھنے کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کچھ حضرات

میری اس تحریر کو دیکھ کر کہیں گے کہ ایک مستحب بات پہ اتنا زور دینے کی کیا ضرورت تھی جبکہ دنیا مذہب سے ہی بھاگ رہی ہے، نماز سے بے اعتنائی کر رہی ہے اور فرائض سے منحرف ہو رہی ہے۔ انکی خدمت میں ہماری گذارش یہ ہے کہ ہم اپنی اس کاوش کے ذریعہ اسلامی احکام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور تبلیغ اسلام کوئی لمیٹڈ چیز نہیں ہے کہ چند نمبروں میں محدود و منحصر ہو بلکہ اسکے مختلف مدارج و مواقع ہیں اور ہر مقام کے جدا جدا مقتضاء حال و دواعی ہیں جنہیں بروئے عمل لانا ہر اسلامی مبلغ کے فرائض میں شامل ہے۔ مذہب سے بھاگنے اور نماز سے منحرف ہونے والوں کو تبلیغ کر کے مطمئن کرنا، بے نمازوں کو مسجدوں میں لانا اور شعائر اللہ کے باغیوں کو صراط مستقیم کیطرف بلانے کی فرضیت و اہمیت اپنی جگہ ضروری ہے۔ سیاسی بے لگاموں کو مذہب کا لگام دینا' انسانیت کے معاشی قاتلوں کو خوف خدا دلانا، سماج دشمنوں کو یاد فردا دلانا، اور منشاء مولی کے برعکس زندگی گذارنے والے جملہ کج کلاہان عالم کو بھولا ہوا سبق یاد کرانے سمیت اپنے آپکو حنفی مذہب کے پیروکار و مقلد کہلاتے ہوئے اسکی عملی مخالفت کرنے والے کج رووں کو تبلیغ کر کے سمجھانے تک' یہ جملہ امور ایک سچے مبلغ کے فرائض میں شامل ہیں۔

ان سب شعبوں میں ہم اپنی استطاعت کے مطابق اسلامی تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں نیز یہ کہ ہم ان خشک مزاج تنگ نظر زاہدوں کی بھی ہمکاری نہیں کر رہے ہیں جو منصب تبلیغ کے ان جدا جدا تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں ہم نے اپنی اس کاوش علمی میں صرف اور صرف اُن حنفی المذہب کہلانے والے امامان مساجد واہل فہم نمازیوں کو مخاطب کیا ہے جو امام ابو حنیفہ کے پیروکاری کے دعویدار ہوتے ہوئے

عمل اسکے خلاف کر رہے ہیں۔ خود کو اہل سنت کہتے ہیں جبکہ اس مسئلہ کے حوالہ سے چاروں مذاہب اہل سنت کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اقامت کے شروع سے کھڑے ہونے کو کار ثواب جان کر خلاف ثواب کر رہے ہیں۔ مقلد کہلاتے ہوئے تقاضا تقلید کو پامال کر رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مذہبی حقائق سے غفلت برت کر بے حقیقت شبہات کو مذہب سمجھ رہے ہیں۔ اسلئے ہم بھی اسلامی تبلیغ کیلئے بانی اسلام رحمت عالم ﷺ کیطرف سے مقرر کردہ معیار "مَن رَایٔ مِنکُم مُنکرا فلیُغیرہُ بیدہ فان لم یَستَطِع فَبِلسَانِہ فاِن لم یستطع فبقلبہ" الحدیث کے مطابق اپنا تبلیغی فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

اسکے برعکس اگر ہمارا مخاطب کوئی غیر اہل تقلید یا غیر حنفی المذہب ہوتا یا کوئی مذہب بیزار، بے نماز اور غیر مذہبی شخص ہوتا تو اُسے اس قسم فروعی مسائل کی تبلیغ کرنے کی بجائے محض اسلام کی تبلیغ کرتے، نماز اور صرف نماز کی اہمیت اسے بتا کر مسجد میں لاتے۔ اور اگر ہماری تبلیغ کسی ایسے ناداں، ضدی، جاہل مرکب کو ہوتی جسکے متعلق ہمارا گمان یہ ہو کہ اُسے اس طرح کی تبلیغ کرنے کے نتیجہ میں وہ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیگا یا مسجد آنا ہی چھوڑ دیگا تب بھی ہم بھی اس کی تبلیغ نہ کرتے لیکن ہماری اس تحریری تبلیغ کا مخاطب اہل فہم حنفی المذہب کہلانے والے نمازی وائمان مساجد ہیں جنکے حنفی المذہب ہونے کا منطقی نتیجہ وتقاضا یہی ہے کہ اُن کی نماز باجماعت خلاف مذہب امام نہ ہو، خلاف ثواب نہ ہو، خلاف جمہور المسلمین نہ ہو اور خلاف آدابِ جماعت یا مکروہ نہ ہو۔ لیکن بے خبری وغفلت کی بناء پر وہ یہ سب کچھ انجانے میں کر رہے ہیں۔ ایسے میں

ہر واقف حال صاحب علم مسلمان کی مذہبی ذمہ داری بنتی ہے کہ انھیں تبلیغ کر کے جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی میں لانے کی حتی المقدور کوشش کرے۔ ہم نے بھی اس تحریری تبلیغ میں یہی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اشھد انّی بَلّغتُ مَا عَلِمتُ وَادیّتُ مَا استطعت وَانا العبدُ الضّعِیف

پیر محمد چشتی

مدیر دار العلوم جامعہ غوثیہ معینیہ بیرون یکہ توت پشاور شہر

۲۰.۵.۲۰۰۳

درود پاک کے فضائل

(۱) ایک بار درود پاک پڑھنے سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں' دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(۲) درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۳) درود پاک پڑھنے والے کا کندھا جنت کے دروازے پر حضور ﷺ کے کندھے مبارک کے ساتھ چھو جائے گا۔

(۴) درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن سب سے پہلے آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس پہنچ جائے گا۔

(۵) درود پاک پڑھنے والے کے سارے کاموں کے لئے قیامت کے دن حضور ﷺ متولی (ذمہ دار) ہو جائیں گے۔

(۶) درود پاک پڑھنے سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔

(۷) درود پاک پڑھنے والے کو جانکنی میں آسانی ہوتی ہے۔

(۸) جس مجلس میں درود پاک پڑھا جائے اس مجلس کو فرشتے رحمت سے گھیر لیتے ہیں۔

(۹) درود پاک پڑھنے سے سید الانبیاء حبیب خدا ﷺ کی محبت بڑھتی ہے۔

(۱۰) رسول اللہ ﷺ خود درود پاک پڑھنے والے سے محبت فرماتے ہیں۔

(۱۱) قیامت کے دن سید دو عالم نور مجسم ﷺ درود پاک پڑھنے والے سے مصافحہ کریں گے۔

(۱۲) فرشتے درود پاک پڑھنے والے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

(۱۳) فرشتے درود پاک پڑھنے والے کے درود شریف کو سونے کی قلموں سے چاندی کے کاغذوں پر لکھتے ہیں۔

(۱۴) درود پاک پڑھنے والے کا درود شریف فرشتے دربار رسالت میں لے جا کر یوں عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ! فلاں کے بیٹے فلاں نے حضور کے دربار میں درود پاک کا تحفہ حاضر کیا ہے۔

(۱۵) درود پاک پڑھنے والے کا گناہ تین دن تک فرشتے نہیں لکھتے۔

☆ حب خدا اور عشق رسول ﷺ کو اپنی محبت کا معیار بنایئے۔

☆ اپنے قلوب میں شمع نبی ﷺ ہمیشہ فروزاں رکھئے۔

☆ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہما کی تعظیم کیجئے۔

☆ نماز، روزہ اور دیگر شرعی احکام کی پاسداری کیجئے۔

☆ اپنے آقا ﷺ پر درود شریف کی کثرت کیجئے۔

☆ مسلک حق اہلسنّت وجماعت پر قائم رہئے۔

☆ اللہ و رسول ﷺ کے گستاخوں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کرنے والے اور ہر گمراہ فرقہ سے بچتے رہئے۔

☆ یاد رکھئے اللہ کے رسول شافع محشر نبی مکرم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ:

"ایاکم و ایاھم لا یضلو نکم و لا یفتنو کم"

☆ ترجمہ: ان سے اپنے آپ کو بچاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔

NEW DATA PRINTERS : 021-2639698